

کتابخانه عمومی

۷۲۸۱۵

کتابخانه عمومی

۷۲۸۱۵

کتابخانه عمومی

کتابخانه عمومی

کتابخانه عمومی

کتابخانه عمومی

کتابخانه عمومی

۷۰۴	۷۰۴	۷۰۴
۷۰۵	۷۰۵	۷۰۵
۷۰۶	۷۰۶	۷۰۶
۷۰۷	۷۰۷	۷۰۷
۷۰۸	۷۰۸	۷۰۸
۷۰۹	۷۰۹	۷۰۹
۷۱۰	۷۱۰	۷۱۰
۷۱۱	۷۱۱	۷۱۱
۷۱۲	۷۱۲	۷۱۲
۷۱۳	۷۱۳	۷۱۳
۷۱۴	۷۱۴	۷۱۴
۷۱۵	۷۱۵	۷۱۵
۷۱۶	۷۱۶	۷۱۶
۷۱۷	۷۱۷	۷۱۷
۷۱۸	۷۱۸	۷۱۸
۷۱۹	۷۱۹	۷۱۹
۷۲۰	۷۲۰	۷۲۰
۷۲۱	۷۲۱	۷۲۱
۷۲۲	۷۲۲	۷۲۲
۷۲۳	۷۲۳	۷۲۳
۷۲۴	۷۲۴	۷۲۴
۷۲۵	۷۲۵	۷۲۵
۷۲۶	۷۲۶	۷۲۶
۷۲۷	۷۲۷	۷۲۷
۷۲۸	۷۲۸	۷۲۸
۷۲۹	۷۲۹	۷۲۹
۷۳۰	۷۳۰	۷۳۰
۷۳۱	۷۳۱	۷۳۱
۷۳۲	۷۳۲	۷۳۲
۷۳۳	۷۳۳	۷۳۳
۷۳۴	۷۳۴	۷۳۴
۷۳۵	۷۳۵	۷۳۵
۷۳۶	۷۳۶	۷۳۶
۷۳۷	۷۳۷	۷۳۷
۷۳۸	۷۳۸	۷۳۸
۷۳۹	۷۳۹	۷۳۹
۷۴۰	۷۴۰	۷۴۰
۷۴۱	۷۴۱	۷۴۱
۷۴۲	۷۴۲	۷۴۲
۷۴۳	۷۴۳	۷۴۳
۷۴۴	۷۴۴	۷۴۴
۷۴۵	۷۴۵	۷۴۵
۷۴۶	۷۴۶	۷۴۶
۷۴۷	۷۴۷	۷۴۷
۷۴۸	۷۴۸	۷۴۸
۷۴۹	۷۴۹	۷۴۹
۷۵۰	۷۵۰	۷۵۰
۷۵۱	۷۵۱	۷۵۱
۷۵۲	۷۵۲	۷۵۲
۷۵۳	۷۵۳	۷۵۳
۷۵۴	۷۵۴	۷۵۴
۷۵۵	۷۵۵	۷۵۵
۷۵۶	۷۵۶	۷۵۶
۷۵۷	۷۵۷	۷۵۷
۷۵۸	۷۵۸	۷۵۸
۷۵۹	۷۵۹	۷۵۹
۷۶۰	۷۶۰	۷۶۰
۷۶۱	۷۶۱	۷۶۱
۷۶۲	۷۶۲	۷۶۲
۷۶۳	۷۶۳	۷۶۳
۷۶۴	۷۶۴	۷۶۴
۷۶۵	۷۶۵	۷۶۵
۷۶۶	۷۶۶	۷۶۶
۷۶۷	۷۶۷	۷۶۷
۷۶۸	۷۶۸	۷۶۸
۷۶۹	۷۶۹	۷۶۹
۷۷۰	۷۷۰	۷۷۰
۷۷۱	۷۷۱	۷۷۱
۷۷۲	۷۷۲	۷۷۲
۷۷۳	۷۷۳	۷۷۳
۷۷۴	۷۷۴	۷۷۴
۷۷۵	۷۷۵	۷۷۵
۷۷۶	۷۷۶	۷۷۶
۷۷۷	۷۷۷	۷۷۷
۷۷۸	۷۷۸	۷۷۸
۷۷۹	۷۷۹	۷۷۹
۷۸۰	۷۸۰	۷۸۰
۷۸۱	۷۸۱	۷۸۱
۷۸۲	۷۸۲	۷۸۲
۷۸۳	۷۸۳	۷۸۳
۷۸۴	۷۸۴	۷۸۴
۷۸۵	۷۸۵	۷۸۵
۷۸۶	۷۸۶	۷۸۶
۷۸۷	۷۸۷	۷۸۷
۷۸۸	۷۸۸	۷۸۸
۷۸۹	۷۸۹	۷۸۹
۷۹۰	۷۹۰	۷۹۰
۷۹۱	۷۹۱	۷۹۱
۷۹۲	۷۹۲	۷۹۲
۷۹۳	۷۹۳	۷۹۳
۷۹۴	۷۹۴	۷۹۴
۷۹۵	۷۹۵	۷۹۵
۷۹۶	۷۹۶	۷۹۶
۷۹۷	۷۹۷	۷۹۷
۷۹۸	۷۹۸	۷۹۸
۷۹۹	۷۹۹	۷۹۹
۸۰۰	۸۰۰	۸۰۰
۸۰۱	۸۰۱	۸۰۱
۸۰۲	۸۰۲	۸۰۲
۸۰۳	۸۰۳	۸۰۳
۸۰۴	۸۰۴	۸۰۴
۸۰۵	۸۰۵	۸۰۵
۸۰۶	۸۰۶	۸۰۶
۸۰۷	۸۰۷	۸۰۷
۸۰۸	۸۰۸	۸۰۸
۸۰۹	۸۰۹	۸۰۹
۸۱۰	۸۱۰	۸۱۰
۸۱۱	۸۱۱	۸۱۱
۸۱۲	۸۱۲	۸۱۲
۸۱۳	۸۱۳	۸۱۳
۸۱۴	۸۱۴	۸۱۴
۸۱۵	۸۱۵	۸۱۵
۸۱۶	۸۱۶	۸۱۶
۸۱۷	۸۱۷	۸۱۷
۸۱۸	۸۱۸	۸۱۸
۸۱۹	۸۱۹	۸۱۹
۸۲۰	۸۲۰	۸۲۰
۸۲۱	۸۲۱	۸۲۱
۸۲۲	۸۲۲	۸۲۲
۸۲۳	۸۲۳	۸۲۳
۸۲۴	۸۲۴	۸۲۴
۸۲۵	۸۲۵	۸۲۵
۸۲۶	۸۲۶	۸۲۶
۸۲۷	۸۲۷	۸۲۷
۸۲۸	۸۲۸	۸۲۸
۸۲۹	۸۲۹	۸۲۹
۸۳۰	۸۳۰	۸۳۰
۸۳۱	۸۳۱	۸۳۱
۸۳۲	۸۳۲	۸۳۲
۸۳۳	۸۳۳	۸۳۳
۸۳۴	۸۳۴	۸۳۴
۸۳۵	۸۳۵	۸۳۵
۸۳۶	۸۳۶	۸۳۶
۸۳۷	۸۳۷	۸۳۷
۸۳۸	۸۳۸	۸۳۸
۸۳۹	۸۳۹	۸۳۹
۸۴۰	۸۴۰	۸۴۰
۸۴۱	۸۴۱	۸۴۱
۸۴۲	۸۴۲	۸۴۲
۸۴۳	۸۴۳	۸۴۳
۸۴۴	۸۴۴	۸۴۴
۸۴۵	۸۴۵	۸۴۵
۸۴۶	۸۴۶	۸۴۶
۸۴۷	۸۴۷	۸۴۷
۸۴۸	۸۴۸	۸۴۸
۸۴۹	۸۴۹	۸۴۹
۸۵۰	۸۵۰	۸۵۰
۸۵۱	۸۵۱	۸۵۱
۸۵۲	۸۵۲	۸۵۲
۸۵۳	۸۵۳	۸۵۳
۸۵۴	۸۵۴	۸۵۴
۸۵۵	۸۵۵	۸۵۵
۸۵۶	۸۵۶	۸۵۶
۸۵۷	۸۵۷	۸۵۷
۸۵۸	۸۵۸	۸۵۸
۸۵۹	۸۵۹	۸۵۹
۸۶۰	۸۶۰	۸۶۰
۸۶۱	۸۶۱	۸۶۱
۸۶۲	۸۶۲	۸۶۲
۸۶۳	۸۶۳	۸۶۳
۸۶۴	۸۶۴	۸۶۴
۸۶۵	۸۶۵	۸۶۵
۸۶۶	۸۶۶	۸۶۶
۸۶۷	۸۶۷	۸۶۷
۸۶۸	۸۶۸	۸۶۸
۸۶۹	۸۶۹	۸۶۹
۸۷۰	۸۷۰	۸۷۰
۸۷۱	۸۷۱	۸۷۱
۸۷۲	۸۷۲	۸۷۲
۸۷۳	۸۷۳	۸۷۳
۸۷۴	۸۷۴	۸۷۴
۸۷۵	۸۷۵	۸۷۵
۸۷۶	۸۷۶	۸۷۶
۸۷۷	۸۷۷	۸۷۷
۸۷۸	۸۷۸	۸۷۸
۸۷۹	۸۷۹	۸۷۹
۸۸۰	۸۸۰	۸۸۰
۸۸۱	۸۸۱	۸۸۱
۸۸۲	۸۸۲	۸۸۲
۸۸۳	۸۸۳	۸۸۳
۸۸۴	۸۸۴	۸۸۴
۸۸۵	۸۸۵	۸۸۵
۸۸۶	۸۸۶	۸۸۶
۸۸۷	۸۸۷	۸۸۷
۸۸۸	۸۸۸	۸۸۸
۸۸۹	۸۸۹	۸۸۹
۸۹۰	۸۹۰	۸۹۰
۸۹۱	۸۹۱	۸۹۱
۸۹۲	۸۹۲	۸۹۲
۸۹۳	۸۹۳	۸۹۳
۸۹۴	۸۹۴	۸۹۴
۸۹۵	۸۹۵	۸۹۵
۸۹۶	۸۹۶	۸۹۶
۸۹۷	۸۹۷	۸۹۷
۸۹۸	۸۹۸	۸۹۸
۸۹۹	۸۹۹	۸۹۹
۹۰۰	۹۰۰	۹۰۰
۹۰۱	۹۰۱	۹۰۱
۹۰۲	۹۰۲	۹۰۲
۹۰۳	۹۰۳	۹۰۳
۹۰۴	۹۰۴	۹۰۴
۹۰۵	۹۰۵	۹۰۵
۹۰۶	۹۰۶	۹۰۶
۹۰۷	۹۰۷	۹۰۷
۹۰۸	۹۰۸	۹۰۸
۹۰۹	۹۰۹	۹۰۹
۹۱۰	۹۱۰	۹۱۰
۹۱۱	۹۱۱	۹۱۱
۹۱۲	۹۱۲	۹۱۲
۹۱۳	۹۱۳	۹۱۳
۹۱۴	۹۱۴	۹۱۴
۹۱۵	۹۱۵	۹۱۵
۹۱۶	۹۱۶	۹۱۶
۹۱۷	۹۱۷	۹۱۷
۹۱۸	۹۱۸	۹۱۸
۹۱۹	۹۱۹	۹۱۹
۹۲۰	۹۲۰	۹۲۰
۹۲۱	۹۲۱	۹۲۱
۹۲۲	۹۲۲	۹۲۲
۹۲۳	۹۲۳	۹۲۳
۹۲۴	۹۲۴	۹۲۴
۹۲۵	۹۲۵	۹۲۵
۹۲۶	۹۲۶	۹۲۶
۹۲۷	۹۲۷	۹۲۷
۹۲۸	۹۲۸	۹۲۸
۹۲۹	۹۲۹	۹۲۹
۹۳۰	۹۳۰	۹۳۰
۹۳۱	۹۳۱	۹۳۱
۹۳۲	۹۳۲	۹۳۲
۹۳۳	۹۳۳	۹۳۳
۹۳۴	۹۳۴	۹۳۴
۹۳۵	۹۳۵	۹۳۵
۹۳۶	۹۳۶	۹۳۶
۹۳۷	۹۳۷	۹۳۷
۹۳۸	۹۳۸	۹۳۸
۹۳۹	۹۳۹	۹۳۹
۹۴۰	۹۴۰	۹۴۰
۹۴۱	۹۴۱	۹۴۱
۹۴۲	۹۴۲	۹۴۲
۹۴۳	۹۴۳	۹۴۳
۹۴۴	۹۴۴	۹۴۴
۹۴۵	۹۴۵	۹۴۵
۹۴۶	۹۴۶	۹۴۶
۹۴۷	۹۴۷	۹۴۷
۹۴۸	۹۴۸	۹۴۸
۹۴۹	۹۴۹	۹۴۹
۹۵۰	۹۵۰	۹۵۰
۹۵۱	۹۵۱	۹۵۱
۹۵۲	۹۵۲	۹۵۲
۹۵۳	۹۵۳	۹۵۳
۹۵۴	۹۵۴	۹۵۴
۹۵۵	۹۵۵	۹۵۵
۹۵۶	۹۵۶	۹۵۶
۹۵۷	۹۵۷	۹۵۷
۹۵۸	۹۵۸	۹۵۸
۹۵۹	۹۵۹	۹۵۹
۹۶۰	۹۶۰	۹۶۰
۹۶۱	۹۶۱	۹۶۱
۹۶۲	۹۶۲	۹۶۲
۹۶۳	۹۶۳	۹۶۳
۹۶۴	۹۶۴	۹۶۴
۹۶۵	۹۶۵	۹۶۵
۹۶۶	۹۶۶	۹۶۶
۹۶۷	۹۶۷	۹۶۷
۹۶۸	۹۶۸	۹۶۸
۹۶۹	۹۶۹	۹۶۹
۹۷۰	۹۷۰	۹۷۰
۹۷۱	۹۷۱	۹۷۱
۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲
۹۷۳	۹۷۳	۹۷۳
۹۷۴	۹۷۴	۹۷۴
۹۷۵	۹۷۵	۹۷۵
۹۷۶	۹۷۶	۹۷۶
۹۷۷	۹۷۷	۹۷۷
۹۷۸	۹۷۸	۹۷۸
۹۷۹	۹۷۹	۹۷۹
۹۸۰	۹۸۰	۹۸۰
۹۸۱	۹۸۱	۹۸۱
۹۸۲	۹۸۲	۹۸۲
۹۸۳	۹۸۳	۹۸۳
۹۸۴	۹۸۴	۹۸۴
۹۸۵	۹۸۵	۹۸۵
۹۸۶	۹۸۶	۹۸۶
۹۸۷	۹۸۷	۹۸۷
۹۸۸	۹۸۸	۹۸۸
۹۸۹	۹۸۹	۹۸۹
۹۹۰	۹۹۰	۹۹۰
۹۹۱	۹۹۱	۹۹۱

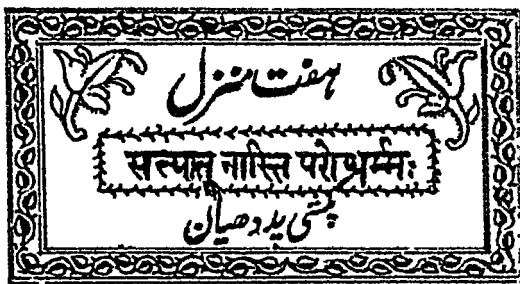






راستی موجب خدائے خداست

لکھا تھا۔ اور تیسری سطریں باریک حروف میں ”پکشی پردھیان“ مرقوم تھا۔  
نوح کی صورت حسب ذیل تھی



اوپر کی دو سطریں تو میں نے دیکھتے ہی پڑھ لیں مگر نیچے کی سطر بعد غور پڑھی گئی۔  
ہم نے خان صاحب سے اندر جانے کی اجازت چاہی۔ انھوں نے ایک سپاہی کو  
رقعہ دیکر سوامی جی کے ہمراہ کیا جب وہ اجازت لیکر واپس آئے تو دوسرے سپاہی کو ایک  
رقعہ دیا اور کہا کہ آپ کو مولانا علم کے پاس لیجاؤ۔ میں اپنے رہنما سپاہی کے ساتھ پولیا  
بچانٹ کے پہلو میں داہنی جانب ایک زینہ تھا اُسکے ذریعہ سے ہم اُس بالا خلم پہنچے  
جو باہر سے دکھائی دیتا تھا۔ یہ ایک وسیع کمرہ تھا۔ اُس کے صدر دروازہ پر چلی جرفون  
میں لکھا تھا۔ ع۔

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

سپاہی نے مجھے دروازے پر ٹھہرنے کو کہا اور خود اندر جا کر مولانا مہدوح کی خدمت میں رقعہ  
پیش کیا اُسے پڑھتے ہی انھوں نے مجھے اندر بلا لیا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ

१५०४-१५०५

[illegible]

آئی ہو۔ میں نے ادب سے عرض کیا حضور میں خود اسی جستجو میں ہوں کہ میں کون ہوں اور  
کہاں سے آیا ہوں اور اسی تلاش میں در دولت پر حاضر ہوا ہوں ۵

ظاہر میں گو کہ بیٹھا گوگون کے درمیان ہوں

پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں

آئید ہے کہ یہاں میری یہ آرزو بر آئیگی۔ ارشاد ہوا کہ اگر طلب صادق ہے اور تلاش  
راخ تو بمصدق ”جوینہ یا بندہ“ آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔ آپ نے پھانک پر  
جنت منزل لکھا دکھایا ہوگا۔ یہ عقدہ منزل ہفتم میں پہونچ کر بخوبی حل ہو جائیگا۔ اگر طبیعت  
میں اس قدر ہمت و استقلال ہے کہ اُس نے آپ کی کل دنیوی خواہشوں کو فنا کر دیا ہے  
تو ایک دن آپ ضرور منزل مقصود پر پہونچ جائیگے بے باقی

سوزِ دل پر و اندکس راندہند

سرد غم عشق بواہوس راندہند

ایں دولتِ سرمہ ہمہ کس راندہند

عمرے باید کہ یار آید بکنا ر

یاد رہے کہ یہ منزلین ہمت خطرناک اور دشوار گزار ہیں۔ طح طرح کی دل لہانے والی چیزیں  
قدم قدم پر موجود ہیں جنکی کشش سیاح کے دل کو بے اختیار اپنی جانب کھینچ لیتی ہے  
جیتا کہ راستہ کی دشواریوں اور منزل کے رہزنوں سے کما حقہ واقفیت نہ ہو ہر گز یہ سفر طے  
نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مجھ سے سوال ہوا کہ آپ نے کون کون علم حاصل کیے ہیں۔  
میں نے دولتِ علم کی جانب سے اپنی مکمل یابی اور بے لوث سعی ظاہر کی اور جو کچھ آتا تھا بیان  
کر دیا۔ فرمایا آپ کو علم کم ہے مگر اس قدر علم اُس علم العلوم کے شروع کرنے کے لیے جسکی آپ کو  
تلاش ہے کافی ہے بشرطیکہ آپ کبھی تحصیل علم سے غافل نہ رہیں بلکہ ہمیشہ اُس کو ترقی  
دیتے رہیں کیونکہ بام مقصود تک پہونچنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ اس قدر ہدایات



دو زانو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ بن شریف قریب پچاس سال کے تھے۔ بشیر سے بخندہ مزاج اور عظیم الطبع معلوم ہوتے تھے۔ پیشانی کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ کسی خیال میں متفرق ہیں۔ میں کئی منٹ کھڑا رہا۔ آخر سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: آپ طالب حق ہیں۔ اگرچہ آپ کو اس قدر علم نہیں ہے جس قدر اس کے واسطے مطلوب ہے تاہم جتنا علم ہے اگر آپ سپر عمل کریں تو اچھا مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ علم و عمل دونوں کی مساعدت سے یہ طلب پوری ہوتی ہے۔ علم بے عمل خانہ بے چراغ ہے۔ جس میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح عمل بے علم چراغ بے خانہ ہے جسکو ہوا کا ذرا سا جھوکا گل کر سکتا ہے۔ بہت منزل کاٹے کرنا جب ہی ممکن ہے جب علم و عمل دونوں ساتھ ساتھ چلیں۔ یعنی علم کے ساتھ جب تک اسخ الخیالی۔ بہت گفتاری اور است کرداری نہوں تب تک طالب منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے لکھا ہے: ع

راستی موجب ضای حد است

تلاش حق در حقیقت تلاش راستی ہے حصول راستی تو در کنا عالم بے عمل راستی کی راہ پر چل بھی نہیں سکتا ہے

اسد یا اگرچہ سخندان در حقیقت گوئی | بل عمل کار بر آید بسخندان نیست

پیشی پرند کو کہتے ہیں جو دو پروں کے ذریعہ سے اڑا کرتا ہے۔ پس ہماری روح اس نفس عنصری میں ایک پرند ہے جو علم و عمل کے بازوؤں سے اڑا کر منزل مقصد تک پہنچتا ہے اس واسطے اسکو اپنے پر یعنی منزل مقصود کا ہر قدم پر خیال رکھنا چاہیے ذرا بھی اُس سے نظر ہٹی اور خرابی آئی۔

روایت ہے کہ ایران کے ایک سوداگر کے پاس ایک نہایت خوش الحان طوطی تھا جسکو اسکا مالک بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سوداگر نے تجارت کی غرض سے ملک ہن کا قصد کیا اور چلتے وقت طوطی سے پوچھا کہ ہندوستان جاتا ہوں بتا تیرے واسطے کیا چیز لاؤں طوطی نے کہا کہ اگر آپ کا گزر کاشی جی میں ہو تو آئندہ بلخ میں جائیے گا وہاں درختوں پر صد طوطی

[illegible]

چند کمالیاتی از این بزرگوار	که در خفا و سحر و جادو
-----------------------------	------------------------

[illegible]

که دستگیر و بستاند خفا که جز اینها

[illegible][illegible]

چیزیں میاں رکھتا تھا اور ہر وقت تیری دلجوئی اور خاطر داری میں مشغول رہتا تھا۔ طوطی نے جواب دیا یہ سچ ہے مگر کہاں وہ گلشن کی روح افزا آزادی اور کہاں یہ تعینات کی غم آلود گرفتاری۔ تعینات میں آسائش کہاں سچی راحت تو آزادی ہی میں ہے۔ ۵

کیون بنا ہے مطرب قاصد خاص	مثل میر سے مراد ہوتا ہو خلاص
یہ سرا و بلخ ہے زندان ترا	مال و دولت ہے بلائے کج جان ترا
جب تک اس ساغر سے تو غمخوار ہے	ذوق سے جام بقا کے دور ہے
ہمد معنی کر کہ بہت ہو نہ پست	ور نہ بے معنی ہے تو صورت پرست

یہ کسکر طوطی اُڑ گیا۔ سوداگر کے دل پر اُس کی باتوں کا اس قدر گہرا نقش جما کہ اُسی دن سے وہ تارک الدنیا ہو گیا۔

سید صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے میرا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کے دماغ میں وطن کی آزادی پوری سما جاتی ہے اور جلا وطنی کی مصیبت و صعوبت دل پر نقش کا لکھ ہو جاتی ہے تب وہ ہفت منزل کے سفر کے لائق ہوتا ہے اور خودی اور خود پرستی کو مٹا دیتا ہے۔ یہ دستور اگر سرفرطے کرتا ہے۔

اے طالب اگر تجھ کو تعینات ناگوار ہیں اور تجھ کو اُن سے رہائی منظور ہے تو منزل مقصود کو کبھی فراموش نہ کر طوطی کی طرح عالم پر چل کر ورنہ تیرا علم بیکار ہے۔ اچھا خدا حافظ سفر شروع کرو۔ ان انصاف اور دیوانہ اعظم کے بعد سید صاحب نے ایک پرزے پر کچھ لکھ کر سپاہی کو دیا وہ مجھے پھر خاندان صاحب کے پاس واپس لیگیا۔ اُنھوں نے رقمہ دیکھتے ہی پھاٹک کھولنے اور رقمہ بٹلنے کی اجازت دی جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ سوامی جی میرے منظر کھڑے ہیں۔

سر مشرک

۱۵۲

خواجه شمس الدین عظیمی راجستھانی صاحب دہلی کے ایک صاحبزادے کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

اس خط میں شمس الدین عظیمی نے اپنے شاگردوں کو بتایا ہے کہ ان کے لئے لکھا گیا ہے۔

سر مشرک

سر مشرک



میں پونچھے یہاں سڑکیں اور کوچے وسیع اور صاف تھے اور اکثر مکانات کے متعلق  
 پائین باغ نہایت آرامتہ و پیراستہ تھے جنکے دیکھنے سے یہاں کے باشندوں کے متوّل  
 اور ان کے نفیس مذاق کا حال معلوم ہوتا تھا۔ سیر کرتے ہوئے ہم ایک باغچہ میں پہنچے  
 مالک مکان جو ایک خوش رو خوش فہم نگین مزاج نوجوان تھا باغ میں سیر کر رہا تھا۔ اس نے  
 ہم سے معافتہ کیا اور کہا شاید آپ ہفت منزل کے مسافر ہیں۔ سو امی جی مہالاج! میں بھی آپ کی  
 طرح ایک وقت میں اس سفر کے لیے آمادہ ہوا اور یہاں تک پہنچا مگر یہاں چند تعلقات ایسے  
 پیدا ہو گئے کہ آگے نہ بڑھ سکا۔ خدا آپ کو یہ سفر مبارک کرے اور اس میں کامیابی عطا  
 کرے مناسب ہو گا کہ آپ یہاں چند روز قیام کریں اور مجھ کو مزہ و منّت فرمائیں۔  
 یہ کہہ کر وہ ہمو باغ کی سیر کرانے لگا۔

کیا ہی دلکش سمان تھا۔ وہ صبح کا تہا نادت۔ وہ نیم سحری کی انگھیلیاں۔ وہ شاہراہ چمن  
 کی دلا دیزیاں۔ وہ سبزہ نود سیدہ کی تازگی۔ وہ گلہائے نورس کا مکتا۔ وہ طائرین خوش الحان  
 کا چمکنا۔ ایک طرف غنچہ ہائے نوشگفتہ تبسم کنان دل بُھار رہے تھے۔ دوسری جانب  
 گلہائے رنگارنگ لہنی بہار دکھا رہے تھے اور اپنی بھیینی بھیینی خوشبو سے دماغ منظر کر رہے  
 تھے۔ بھونے گلون کی بوسے مست منڈلا رہے تھے۔ تتلیاں پھولوں کا رُس  
 لے رہی تھیں۔ طيور کے خوش الحان چہچہے۔ کوئل کی کوک۔ قمری کی کوکو۔  
 پیچھے کی پی کہان۔ طاؤس کا رقص عجیب لطف دے رہا تھا۔ جابجا قوارے چھوٹ  
 رہے تھے جن سے آبشاروں کا لطف آرہا تھا۔ عجیب حالت سرور تھی جو بیان میں  
 نہیں آسکتی۔

آب و ہوا میں تھا اثر روح پروردی	موج نیم صبح لطافت سے تھی بھری
---------------------------------	-------------------------------



ہوئے تو پان الاٹچی پیش کیے گئے اور ایک صاحب نے باجا بجانا شروع کیا اور اس کے سُرُون کے  
 ساتھ سُر ملی آواز سے خود بھی گانے لگے۔ کچھ دیر گانا سنا پھر اکرام کیا۔ قیلولہ کے بعد چوسر  
 بچھائی گئی نواب صاحب نے سوامی جی کی طرف مخاطب ہو کر کہا شوق کیجیے۔ سوامی جی  
 نے فرمایا کھیلے میں بھی دیکھوں گا۔ نواب صاحب نے ہتھسار کیا کھلی کھیلے گا یا قید  
 سوامی جی نے کہا کھیل کی خوبی تو کھلی ہی کی ہے آئندہ جو اسے عالی ہو چنا سچہ  
 سب صاحب ایک جانب ہوئے اور سوامی جی اکیلے دوسری جانب۔ نواب  
 صاحب چوسر کھیلنے میں شہور تھے کھیل شروع ہوا نواب صاحب کا رنگ اٹھ گیا اور  
 ہر رنگ کی صرف ایک نزدیکی رہ گئی سوامی جی کا ہنوز رنگ بھی نہیں اٹھا تھا باوجود  
 اسکے وہ ایسی ہوشیاری سے کھیلے کہ آخر کار بازی جیت ہی لی۔ نواب صاحب بہت  
 مستحضر ہوئے۔ القرض قریب چار بجے کے چائے پی اور کچھ ناشتہ کیا۔ اسکے بعد ناول پڑھتے  
 رہے چوبیس گھنٹے کا حکم دیا۔ پوٹاک بدل رہے تھے کہ دربان نے اطلاع کی حضور گاڑی  
 حاضر ہے۔ یس کے نواب صاحب نے سوامی جی کی طرف دیکھ کے کہا چلیے ذرا ہوا کھا  
 آئیں۔ گاڑی اور جوڑی عمدہ تھی۔ ہم سب نے دیر تک ٹھنڈی شرک پر ہوا کھائی اور قریب  
 آٹھ بجے کے واپس آئے۔ یہاں آکر باغ میں سنگ مرمر کے چوتھرے پر دیر تک بیٹھے رہے  
 چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ باجا فوارے چھوٹ رہے تھے اور بہت ہی دلکش نظارہ تھا۔  
 نواب صاحب نے خادم کو اشارہ کیا کہ ارباب نشاط کا انتظام کرو حکم کی دیر تھی کہ مطرب مع ساز  
 آوجود ہوئے اور گانا شروع ہو گیا۔ اول تو گلشن کی فضا اور چاندنی کی بہار اس پر سُر پلا گانا  
 گویا سونے میں سہاگا تھا۔ غرض عجیب لطف رہا۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھایا اور  
 سو رہے صبح کو ہم نے رخصت چاہی مگر اجازت نہ ملی۔ چند روز اور ٹھہرنا پڑا۔



<p>پر کیا کروں کہ ہے ابھی عالم شباب کا          بھسکا اگر نہ کیجیے مورد عتاب کا          اور دان کوئی نخل نہو باعث حجاب کا          دے ذائقہ زبان کو دہن کے احباب کا          یہ ریش جس پہ جلوہ ہے رنگِ خضاب کا          گر پی نہ جائے جلد یہ پیالہ شراب کا          گر کچھ بھی خوف کیجیے روز حساب کا          قائل نہیں جناب کسی شیخ و شاب کا</p>	<p>میں نے کہا کہ میں بھی ہوں یہ خوب جانتا          گستاخی ہوسات تو اک عرض میں کروں          بادہ ہو کچھ یاخ ہوساتی ہو ما ہوش          گردن میں ہاتھ ڈال کے وہ شوخ ہر حجاب          کھینچے ہنسی سے منہ سے ملا کر وہ اپنا منہ          منت سے یوں کہے کہ ہمارا ابو پیے          اسوقت میں سلام کروں قبلہ آپ کو          اور امتحان بنیر تو یہ آپ کا غلام</p>
--	--

ان اشعار کو ختم کر کے اُس نے پیالہ منہ سے لگایا اور چڑھا گیا سو امی جی نے داد دی  
 سبحان اللہ سبحان اللہ کیا خوب اور ہرمت واہ واہ کی صدا بلند ہوئی۔ اسکے بعد ایک نوجوان  
 نے جام ہاتھ میں لیکر یہ غزل پڑھی ۵

<p>مطرب بگو کہ کارِ جان شد بکام ما          ای بے خبر ز لذتِ شربِ مدام ما          ثبت ست برجیدۂ عالم قیام ما          ز ہمار عرض دہ بر جانانِ پیام ما          در مذہبِ کہ عشق تو باشد ادمام ما</p>	<p>ساتی جو زیادہ برافروز جام ما          ماہِ پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ام          ہرگز نہ میر داکو دلش زندہ شد عشق          اے باو اگر بگلشنِ احباب بگذری          از ما بر نہ فتویٰ رندی و عاشقی</p>
--	---

حافظ ز دیدہ دانہ اشکے بہن نشان  
 باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

ایک صاحب نے پیالہ ہاتھ میں لیکر یہ شعر پڑھا ۵



تھوڑی دیر بعد یہ صحبت ختم ہوئی اور قسم قسم کا کھانا میز پر چُپا گیا اور ساتھ ہی سطران خوشنوا اپنے لہن داؤدی سے دل کو فرحت دینے لگے۔ ایک طرف نہایت لطیف خوش ذائقہ اور خوشبودار غذا تھی۔ دوسری طرف نہایت نفیس سرسبز لاکش اور موثر گانا تھا عجیب سامان تھا جو تھا محو حیرت تھا۔ اور ان بتان و لغزب کے نغمہ دسر و پر نقد جان نثار کر نیکو تیار تھا۔ کھانے کے بعد پان چکنی ڈلی۔ الاچھی۔ سگریٹ پیش ہوئے۔ پھر کچھ دیر ہم لوگ باغ کی سیر کرتے رہے آخر بارہ بجے کے قریب واپس آکر سو رہے۔

نواب صاحب کو مرغ بازی کا بہت شوق تھا اور ایک دوسرے صاحب نواب آفتاب الدولہ اُن کے حریف مقابل تھے۔ آج آخری پالی کا دن تھا۔ بڑے دم مہیون کے ساتھ شرط بندی گئی دونوں نواب صاحبان وقت مقررہ پر اپنے اپنے مرغ لے کر پالی میں آہو پئے یہیں بھی ہمارے نواب صاحب اپنے ساتھ لیکئے۔ پالی کے گرد تماشائیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ کیونکہ یہ دونوں مرغ بہت نامی اور چوٹی کے تھے۔ نواب آفتاب الدولہ کا مرغ کالا تھا اور ہمارے نواب صاحب کا جاوا مرغ بازو مرغ لڑانے کی خدمت پر مامور تھے اپنے اپنے مرغ لیکر پالی میں پہونچے۔ کانٹے باندھ دیے گئے۔ دونوں نے بیترے بدل کے مرغ چھوڑ دیے۔ مرغوں نے چھوٹتے ہی پالی کا میدان کارزار گرم کر دیا۔ دونوں طرف سے زبردست لاتین چلنے لگیں۔ دونوں بے انتہا جوش اور بہادری سے لڑنے لگے کلابی کیس خون میں بھیگ کے گل انا رہن گئے۔ سبز بازو۔ سینہ جا بجا سے زخمی ہو گیا اور ایسی قیامت کی لاتین چلیں کہ چہروں کا خون دونوں بہادروں کے قدیوں کے پوسے لینے لگا۔ اب دونوں مرغ بازو نے اپنے اپنے مرغ ہٹا لیے اور ٹھنڈکی بھاپ سے سرگردن اور بازو سیکنے لگے۔ پھر ایک تر دو بال سے چہرے اور گردن کا خون صاف کیا کوئی دس منٹ





بیٹوں کی ہنر کروں گا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ جاوے نے نواب صاحب کی تقریر سمجھی یا نہیں۔ لیکن اتنا ضرور دیکھا کہ ابکی مرتبہ مرغ جون ہی چھوڑے گئے جاوے مرغ نے جھلا کے ایک ایسی لات ماری کہ آفتاب الدولہ کے مرغ کا پوٹہ سینے تک چاک ہو گیا مرغ نے تین مرتبہ زمین پر چکر کھایا اور گر کر جان دیدی۔ تماشائیوں نے زور شور سے وہ مارا کاغزہ بلند کیا۔ اور نواب صاحب نے بڑے غر اور گھمنڈ سے اپنے بہادر مرغ کو گردن اٹھالیا۔ خوشی خوشی گھر آئے اور فتحیابی کے جشن میں بہت کچھ روپیہ خرچ کیا۔ نواب آفتاب الدولہ کو بچہ ندامت ہوئی اور دل غ خیالت مٹانے کے لیے انھوں نے اپنے مرغ کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھایا اور اس مشیت پر کو قبر کے در بے میں ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

ایک روز شام کو نواب صاحب نے فرمایا چلو آج نائک دیکھا آئین گل بکا ولی کا تماشہ ہے۔ ہم نواب صاحب کے ہمراہ شب کے نو بجے سے کچھ بیشتر تھیں پونچے۔ کرسیاں پہلے سے محفوظ کر لی گئی تھیں۔ کچھ دیر تک سر ہلا باجا بجاتا رہا۔ بعد کو ٹھیک نو بجے پردہ اٹھا اور تماشہ شروع ہوا۔ پردے نہایت نفیس تھے اور کل سامان اعلیٰ درجہ کا تھا۔ گانا بھی بہت دلکش و موثر تھا۔ تمام اکثر اپنا پارٹ بہت خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے خصوصاً جو اکثر تاج الملوک و بکا ولی بنے تھے بہت ہی عمدہ گاتے تھے اور اپنا پارٹ اس خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے کہ بایر شاید جو وقت سرنگ کی راہ سے تاج الملوک بکا ولی کے باغ میں پہونچا اور بکا ولی کو سوتا اور پھول تالاب میں کھلا پایا اور اُس کو توڑ کر اپنی جیب میں رکھا اور بکا ولی سے انگشتی بدل کر سرنگ کی راہ واپس آیا اُس وقت کاسین (یعنی منظر) قابل دید تھا۔ بیدار ہوئے پر بکا ولی کا منہ دھونے جانا اور چوری کا حال معلوم کر کے یچین و مضطرب ہونا اور گریزاری



## بلاس پور

ایک روز سہ پہر کو ہم اپنے میزبان سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور بلاس پور میں پہنچے۔ بھگو پور کی طرح یہاں کے مکانات عالیشان تھے اور سڑکیں اور گلیاں صبح اور کشادہ تھیں۔ ہم لوگ سیر کرتے ہوئے ایک پائین باغ میں پہنچے۔ صدر چبوتہ پر ایک کوچ بڑا تھا جس پر نرم اور دبیز گداجھا تھا اور اُس پر ایک نازنین مسہ جبین تکیہ پر جھکی ہوئی آسمان کی طرف نظر اٹھائے شفق کی نظرفریب رنگ آمیز یوں کو دیکھ رہی تھی قریب ہی ایک میز لگی تھی اور اُس کے گرد چند گریبان پڑی تھیں۔ پائون کی آہٹ سننے پر اُسے منہ پھیر کر ہماری طرف دیکھا اور آئیے شریف لائیے کہ کر بڑے تپاک سے ہمیں اپنے پاس بٹھالیا۔ دفعہ اُس نازنین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہمارے آنے سے اگر آپ کو تکلیف ہوئی ہو تو ہم معافی مانگتے ہیں اور رخصت ہوتے ہیں یہ کہہ کر سوامی جی اٹھنے کو تھے کہ اُس نے دامن پکڑ لیا اور بولی آپ کا آنا باعث عزت و مسرت ہے ع

### اکلاہ گوشہ و حقان باغاب سید

در اصل بات یہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر مجھے یاد آگیا کہ کبھی آپ کی طرح سفر محنت منزل کے لیے میں بھی کمر بستہ ہوئی تھی مگر افسوس بلاس پور میں ایسا قیام ہو گیا کہ آگے نہ جاسکی۔ آپ کے سامنے اسکا اظہار و دخل گستاخی تھا البتہ معافی کی خواستگار ہوں۔ یہ کہہ کر آنسو پونچھ ڈالے اور باتیں کرنے لگی۔ اس وقت عجیب بے فریب سماں تھا۔ نیلگوں آسمان شفق کی سرخی سے عجب بہار پیدا تھی۔ اُس کے عکس سے باغ کی نہروں کے پانی میں عجیب و غریب نگینی پیدا ہو گئی تھی اور نازنین کے رخساروں پر ہلکا سہرا رنگ آگیا تھا جو عجیب لطافت دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ اسکی پیاری باتیں دل کو بھار رہی تھیں اتنے میں اُس ماہ و ش نے خادم کو اشارہ کیا جس نے ایک شیش



جو ہر تھے مجھ میں سب ملکوتی خصال کے

انسان بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

سوامی جی نے فرمایا آپ کو اپنے مرتبہ کی عظمت و بزرگی معلوم نہیں ہے سہ

جو ہر میں تمہیں سب ملکوتی صفات کے

انسان کیا سجدہ ملائکس کے واسطے

بھلا یہ تو بتائیے کہ آپ کو یہاں عبادت میں کون چنیرا ہے۔

حسن آرا۔ تعلقات دنیوی۔

سوامی جی۔ پھر ان تعلقات کو دل سے فراموش کیوں نہیں کرتیں۔

ح۔ اگر ان تعلقات کو فراموش کیا جائے تو سارا دنیا وی کاروبار بند ہو جائے۔

س۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ترک تعلق کے ساتھ دنیوی کام بدستور جاری رہیں۔

ح۔ ہاں ممکن تو ہے مگر اسکے یہ معنی ہیں کہ پانی میں رہو اور کپڑے نہ بھیگیں سہ

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ

بازمی گوئی کہ دامنِ ترکن ہشیار باش

س۔ لیکن اگر تمھارے کپڑے واٹر پروف (یعنی موم جامہ) کے بنے ہوں گے جبیں پانی

اثر نہیں کراتو میں سمجھتا ہوں کہ نہ بھیگیں گے سہ

بگیر رسم تعلق دلا زمر عالی

شود در آب چو برخواست خشک بے گشت

حسن آرا۔ سوامی جی میں نہیں سمجھی کہ اس لباس سے آپ کی کیا مراد ہے۔

سوامی جی۔ سنئے! اس سے مراد اشیاء دنیوی کی بے وقتی و طن کی یاد اور

محبوب کی طلب ہے۔

حسن آرا۔ سوامی جی طلب تو ہے مگر تعلقات کی وجہ سے پوری نہیں ہونے پاتی۔

۱۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۲۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۳۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۴۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۵۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۶۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۷۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۸۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۹۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔  
 ۱۰۔ کہ جس نے اپنے دل سے اللہ کی تعریف کی ہے وہ اللہ کی تعریف کرنے والے میں سے ہے۔

[illegible]

یہ ہیں جن کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔ یہ ہیں جن کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔  
ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔ ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔  
- ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔ ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔  
- ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔ ان کی تسمیہ ان کے ہوتے ہی ہوئی ہے۔

۱- در مورد این کتاب

۲- کتب و نسخاتی که در این کتابخانه موجود است، به شرح زیر است:

۱- در این کتاب که از حضرت امام رضا علیه السلام است  
در باب اول از فضیلت علم و عبادت آمده است

[illegible]

حالت میں کیا کیا جائے۔

س۔ آپ کو جاہلون کی خوشنودی سے کیا مطلب ہے۔ جو بات جائز ہو وہ کیجیے ع

از جاہل گریزہ چون تیر باش

جس انسان کو جائز و ناجائز کی تمیز ہے اور پھر بھی ناجائز کرتا ہے وہ حیوان سے بدتر ہے  
ح۔ سوامی جی ہمارا ج! آخر دنیا میں رہنا ہے بیٹی بیٹے بیٹے ہر بار انھیں لوگوں  
سے تعلقات رکھنا ہیں۔

س۔ جاہلون کے بیٹی بیٹے بیاہے جاتے ہیں تو کیا عقل مندوں کے بیٹی بیٹے نہ بیاہے  
جائیں گے۔ تم کو تو خدا نے ہر طرح کی قدرت و ثروت دی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارے  
بیٹی بیٹے بن بیاہے رہ جائیں گے۔ ایسی فضول رسوم کو جب آپ ترک کریں گی تو آپ کی  
دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اُن کے ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور یوں ہی رفتہ رفتہ  
رسوم مذموم کی اصلاح ہو جائیگی۔

ح۔ سوامی جی ہمارا ج! سچ تو یہ ہے کہ یہ سب ہمارے دل کی کمزوری ہے خیر اربابِ شاد  
ہو کہ موجودہ حالت میں کیا کروں کہ دین بھی بن رہے اور دنیا بھی۔

س۔ اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق کام کرو اور اُن کی خوشی کو ہر امر میں مقدم سمجھو  
اُن سے محبت کرو اور اُن کی اطاعت کرو۔ اپنے بچوں سے محبت کرو اُن کی پرورش و تعلیم  
میں کوشش کرو اور ترکِ تعلیم کے ساتھ کل فرائضِ دینی و دنیوی کو ادا کرو حتیٰ المقدور اپنے  
ہم جنسوں کی مدد کرو اور جب قدرِ فرصت ملے اُس میں یاد خدا کرو۔ پس یہی ذریعہ آپ کی  
روحانی ترقی کے ہیں۔ اور اسی طرح آپ کی زندگی آرام سے بسر ہوگی۔

عورتوں کی عبادت کے تین درجے ہیں۔ اول اپنے مالک اور بچوں سے محبت





کی گئی تھیں دریا میں ادھر اُدھر تیرتی پھرتی تھیں اور اُن میں رقاصان نازک ادا اور  
 طربان خوش نوا اپنی اپنی دلکشی و دلبری کے ہنر دکھا رہے تھے۔ کنارہ پر جا بجا آتش بازی  
 پھوٹ رہی تھی۔ قندیلوں کی روشنی اور پانی میں اُس کا عکس عجب بہار دکھا رہا تھا۔  
 کشتیوں ہی میں باز بھی لگا ہوا تھا اور ہر قسم کا کھانا شیرینی۔ پان۔ الائچی اور انواع و  
 اقسام کی نعمتیں فروخت ہو رہی تھیں۔ دریا کے دونوں جانب تماشا ایون کا ہجوم تھا  
 ایک بجرے پر ایک خوش گلو نازنین بیٹھی گا رہی تھی اور نہایت اچھا ساز بج رہا تھا اور  
 چند عاشق مزاج نوجوان ہمہ تن گوش بنے ہوئے سن رہے تھے۔ جبوقت ہمارا بھرا  
 قریب پہنچا تو اُس نے یہ غزل عجب دلکش دھن میں گائی۔

### غزل

حسنِ پری اک جلوہ ستانہ ہے اُس کا گل آستینِ ہستی میں عدم سے ہمہ تن گوش گریبان ہے اگر شمع تو سر دھنتا ہے شعلہ وہ یاد ہے اُسکی کہ بھلا دے دو جہان کو یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم سے آوارگی نگہست گل کلبے اشارہ یہ حال ہوا اُسکے فقیر دن سے ہویدا	ہشیار وہی ہے کہ چودیانہ ہے اُس کا بلبل کا یہ نالہ نہیں افسانہ ہے اُس کا معلوم ہوا سوختہ پروانہ ہے اُس کا حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہے اُس کا قیمتِ جود و عالم کی ہے بیانہ ہے اُس کا جامہ سے جو باہر ہے دیوانہ ہے اُس کا آلودہ دنیا جو ہے بیگانہ ہے اُس کا
---	---

آگے بڑھے تو ایک بجرے پر ایک مہلقا عجب انداز سے گت نلج رہی تھی اور  
 پرمذاق اہل کشتی محو نظارہ تھے۔ غرض اسی طرح ہم دیر تک سیر کرتے رہے پھر کھانا  
 کھایا اور بجرے ہی میں سو رہے اور صبح کو مکان واپس آئے۔

یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔  
 اور اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔

اور اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔

یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔  
 اور اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔

فصل آرا	نکات آرا	احصاء آرا	لغات آرا	نقص آرا	لغات آرا	لغات آرا	نام
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴

یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔  
 اور اگر کسی شخص کو کسی اور شخص سے ملنا ہو تو اس شخص کو پہلے سے خبر دینی چاہیے۔

آزادی حاصل سے زیادہ ہے اور مردوں کی طرح آنے جانے میں آزاد مطلق ہیں یہ بھی  
 میسوب ہے میری رائے میں عورتوں کو اس قدر آزادی تو ضرور ملنی چاہیے کہ وہ اپنے  
 عزیزوں کے ساتھ باہر آجاسکیں۔ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے مل سکیں۔  
 اور اس قدر لکھنا پڑھنا بھی عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گھر کا انتظام کر سکیں  
 گانا بجانا میری رائے میں عورتوں کا زیور ہے۔ بھوک پور میں عورتوں کا پڑھنا اور  
 گانا بجانا بھی میسوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف پڑانے دنیاوی خیالات ہیں۔ یہ کہہ کر  
 داروغہ کو حکم دیا کہ باغ کی آرائش کی جائے۔ بارہ درمی جھاڑ فاونس سے آراستہ ہو  
 اور فلان فلان نازنینوں کے نام رقعے بھیجے جائیں کہ سات بجے شام کو دعوت میں  
 شریک ہوں۔ عرض اُس صاحبین کے حکم کے مطابق باغ آراستہ کیا گیا۔ نہایت  
 نفیس غیر معمولی روشنی کی گئی۔ درختوں کی شاخوں میں ہزار ہا قندیلیں لٹکانی لگائیں  
 جو پتوں کے بیچ میں مثل جگنو کے چمکتی تھیں اور بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ رنگ  
 کے حوضوں میں جابجا نوارے جاری تھے۔ اور برقی روشنی کے رنگ نواروں کے  
 پانی میں قوس قزح کی کیفیت پیدا کر رہے تھے۔ باغ کی بارہ درمی خوب مزین کی گئی  
 اس میں کجواب کا فرش بچھا یا گیا۔ نخل کے فرش پر زربفت کا تکیہ صدر مقام میں بڑے  
 سکھت سے لگایا گیا۔ باہر چوڑے پرکھانے کا انتظام کیا گیا سات بجے سب مہمان  
 جمع ہو گئے۔ حسن آرائی اپنے دوستوں سے کہا ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج  
 سوامی جی ہمارے مہمان ہیں۔ آپ سب مہربانی فرما کر کوشش کریں کہ وہ  
 خوب محظوظ و مسرور ہوں۔

وہ آئین گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
--------------------------------------	--



قیام کرتے اور وہاں کی روح افزا تازہ ہوا اور فرحت بخش سبز سے دل و دماغ تازہ  
 کرتے تھے۔ علی الخصوص ساون کے مہینہ میں جو سال کے بارہ مہینوں میں سب سے  
 زیادہ دل فریب اور نشاط افزا ہے یہ تمام باغات اہل ذوق اور صاحب دل مرد و  
 زن کے واسطے وقت ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں ان باغوں میں نہایت تکلف  
 کے ساتھ آم کے درختوں میں نفرتی طلائی اور گنگا جمنی جھولے ریشم کی رسیوں سے ڈالے  
 جاتے ہیں اور ان میں بلاس پور کی دلربا بازک ادا مہینین جھولتی ہیں اور حسن پرست  
 تماشا یوں کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں۔ ہم جاتے جاتے دلکش باغ میں پہونچنے  
 سواری دروازے پر چھوڑی اور اندر ایک وسیع باغ میں پہونچے جس کی چار دیواری  
 پختہ تھی روشین کشادہ اور صاف۔ ہر طرف سبز لہلہا رہا تھا۔ انوع واقسام کے  
 رنگارنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہوا میں بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ آسمان پر ابر  
 چھایا تھا۔ کوئل کوک رہی تھی۔ مور اپنے مستانہ رقص اور پرجوش صداؤں سے  
 شاہد انہیں کو بے خود بنا رہے تھے۔ ہر طرف سرور کا عالم تھا جو دیکھنے سے تعلق  
 رکھتا ہے بیان میں نہیں آسکتا۔ ایک آم کے درخت کے نیچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک  
 نازنین دھانی کپڑے پہنے بناؤ سنگار کیے اور زیور سے مزین ایک سبز محل کے گدے  
 پر تکیہ سے لگی جھولے پڑھی پڑا درکئی پری رخسار لونڈیاں اُسے جھلا رہی ہیں پاس ہی  
 ایک چھوٹی میز پر شراب گلگون کی چند بوتلیں اور چند رنگین گلاس رکھے ہوئے ہیں  
 وہ نازنین کبھی تازہ ادا کے ساتھ کوئی غزل گادیتی اور کبھی شیریں زبانی سے مسکرا کے  
 کوئی ایسی بات کہہ دیتی تھی کہ حسن پرست تماشا یوں کا دل بیتاب ہو جاتا تھا۔ کبھی ٹھہری  
 یاٹپا گاتی کبھی جھولاروک کے شراب کا جام بھرتی اور اُسے اپنے ہونٹوں سے نکا کر

ایں کے بعد اسی کا ادا و انجام خیر صورت بندہ لایا

تجربہ سے حاصل ہونے والے نتائج سے استفادہ کرنا

۱۔ اگر کسی نے تم کو دیکھا، تو بچو،

[illegible]

ستتر ستتر ابرو در دست او  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود  
ستتر ستتر انچه از تنه او شده بود

[illegible]

۵۔ چوٹی کی ساری کھجوریں کھائی جائیں تو پیٹ بڑھ جائے اور کھانسی ہو۔

سے اس کے بچے کو شہید کیا۔ یہ بچہ اپنے والدین کے ساتھ تھا۔

گرچہ بدنامیت نزد عاقلان

ماننی خواہ سیم ننگ نام را

سلام کر کے اُسے بے تکلف اُڑا گئے۔ ایک صاحب نے اُن کی طرف اشارہ کر کے میرے کان میں جھپک کر کہا کہ آپ شہر کے واعظ ہیں۔ میں نے اُن کی صورت نہایت حیرت سے دیکھی اور یہ شعر پڑھا ہے

تے ریاض آپ بھی پیتے ہیں بابریش سفید

ہاے یہ نور کی شکل اور یہ سیہ کارون میں

اسکے بعد ہم اور باغون میں گئے اور جھولن کی خوب سیر کی جسے دیکھا مست دیکھا نہ دنیا کی خبر تھی نہ دین کی پروا۔ واقعی بلاس پور کے جھولے قابل دید ہیں۔ اس کے بعد جھولن کو خیر باد کہہ کر ہم یہ شعر پڑھتے ہوئے چل دیے۔

سیر کی خوب پھرے پھول چنے شاد رہے

باغبان جاتے ہیں گلشن ترا آباد رہے

دوسرے روز صبح کو ہم حسن آرا سے رخصت ہو کر چل دیے اور کچھ عرصے کے بعد کیرتی پور میں پہنچے۔

## کیرتی پور

پھرتے پھرتے سیر کرتے ایک ایسے خانہ باغ میں پہنچے جہاں مختلف قسم کے چند درخت لگے تھے اور ایک بارہ درمیانی تھی اندر فرش بچھا تھا۔ ایک صاحب تمکیہ سے پیٹھ لگائے مسند پر بیٹھے تھے قلمدان آکے رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں قلم دوسرے میں

[illegible]

و چنانچه از این کتاب به دست آید که این کتاب در میان ما

--	--

۵۰۰



مری گستاخ کی گرمی سے پیدا سو زہنیاں ہے  
مجھے ذوق سخن سے کیا غرض تھی بان مقدر نے

فلک کی سرد مہری سے طبیعت اور گرمائی  
دل پر آرزو دیکر طبیعت میری بہلائی

یہ ایک بڑے مشہور و معروف شاعر تھے۔ چند روز تک ہمیں اپنے کلام سے  
آنکھوں سے غلطو نظر کیا۔

ایک دن ہم اُن سے رخصت ہو کر تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ ایک عالیشان  
مکان پر نذر ہوا۔ صاحب مکان کو اطلاع کرائی تو حکم ہوا بلالو۔ خادم ہوا ایک سیع آراستہ  
گھر سے مین لے گیا۔ ایک کونے میں دو ایک ستار رکھے ہوئے تھے۔ دوسرے  
کونے میں مستوق باجا رکھا تھا۔ ایک طرف ایک ہارمونیم تھا اور چوتھے کونے میں  
ایک سیانوں کا ہوا تھا۔ مالک مکان۔ پنڈت راگاند صاحب ہم سے بہت تپاک سے  
ملے اور ہمیں اپنے پاس مسند پر بٹھالیا۔ سوامی جی نے فرمایا اس گھر کا ساز و سامان  
شہادت دیتا ہے کہ آپ کو علم موسیقی میں کمال حاصل ہے۔ پنڈت جی مسکرا کر بولے  
احقر کو کچھ شوق تو ضرور ہے مگر کمال کجا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ علم اب قریب قریب  
معدوم ہوتا جا رہا ہے اُس کے جاننے والے بہت کم ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اس  
زمانے میں مجھ سانا دان شخص بھی غنیمت ہے۔ مگر مجھے متقدمین سے کچھ نسبت نہیں  
یہ کہہ کر ستار ہاتھ میں لیا اور وقت کی کئی دلچسپ چیزیں بجا یں۔ پھر کچھ گایا۔ سوامی جی  
نے فرمایا کہ واقعی آپ اپنے وقت کے تان سین ہیں۔ پنڈت جی نے فرمایا مجھ کو  
تان سین سے کیا نسبت۔ سوامی جی ہمارا ج یہ علم ایسا وسیع ہے کہ اگر دس ہزار  
برس کی عمر ہو اور انسان پانچ ہزار سال تک گانا سیکھے اور پانچ ہزار برس تک  
مشق کرتا رہے تو شاید کچھ ہو جائے۔ عمر اتنی مختصر ہے کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

اب ہمیشہ بخت ہی سے رخصت ہو کر آکر ہمارے دروازے پر پہنچے۔ اطلاع

[illegible]

ہوئے ہاتھ میں بیٹا لیے جوش دینداری کا اظہار کر رہی تھی۔ مصوٰر صاحب نے فرمایا جناب جب یہ تصویر مکمل ہوگی اُس وقت البتہ قابل دید ہوگی۔ جناب من مصوٰری ایک نہایت نازک کام ہے اس فن میں کمال پیدا کرنے کے لیے مدت دراز چاہیے عموماً مصوٰر کو آپ خدائے اناناب سمجھئے۔ جیسے وہ خلاق عالم اپنے تصور کو مادے پر جاتا ہے اسی طرح مصوٰر اپنے تصور کو کاغذ یا کپڑے پر قائم کرتا ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ تصور کو تصویر میں لانا کس قدر مشکل کام ہے۔ اول تو تصور کا مکمل ہونا۔ دوم اُس کا پورا اظہار ہو جانا بہت بڑا کام ہے۔ میں تو ابھی مبتدی ہوں لیکن رفتہ رفتہ کچھ دسترس حاصل ہو جائے تو بعید نہیں۔ اس کے بعد مصوٰر صاحب نے ہم لوگوں کو ساتھ لیا اور ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوئے جس میں بہت سی عمدہ عمدہ تصویریں خوشنما و قیمتی چوکھٹوں میں جڑی ہوئی دیواروں پر لگی تھیں۔ اُن میں سے ایک لایک تصویر یہ دکھائی اور فرمایا کہ یہ تصویریں اعلیٰ مصوٰروں کی دستکاری کا نمونہ ہیں۔ اس فن کی جس قدر ملک یونان میں ترقی ہوئی اب تک دوسرے ملک میں نہیں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ سب سے پہلے یہ فن ہندوستان میں کمال کو پہنچا تھا۔ اہل یونان نے اس کو ہندوستان سے سیکھا۔ پھر اور قوموں نے اہل یونان سے تعلیم پائی۔ مگر چونکہ اہل ہند کی ترقی کو بہت زمانہ گزر گیا اور یہ فن یہاں محفوظ نہیں رکھا گیا اس لیے آج کل ہندوستان میں یہ فن کا عدم ہو گیا۔ اس بنا پر اُس فن کا کمال اہل یونان ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مصوٰر صاحب نے یونان کے مصوٰروں کی چند تصویریں دکھائیں۔ واقعی بہت مکمل تھیں۔ اگرچہ غیر ملک کے مصوٰروں کی تصویریں بھی وہاں موجود تھیں مگر اس قوت قلم اور نزاکت خیال کو کوئی نہیں پہنچتی تھی۔



ہمیش آئے۔ اسی وقت فرج کا ملاحظہ کر کے آئے تھے اور کرسی پر بیٹھے تھے۔ آگے  
 میز پر تلوار رکھی تھی اور سینے پر قمیض لٹک رہے تھے جو ان کے کار نمایان کی یاد  
 دلاتے تھے۔ مزاج پُرسی کے بعد سوامی جی سے استفسار حالات کرتے رہے پھر بولے  
 سوامی جی مہاراج! اس عالم میں عزت و نیکنامی سے زندگی بسر ہو تو زندگی ہے  
 ورنہ گنہگاری کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ میں افواج عیش نگر کا سپہ سالار اعظم  
 ہوں۔ میری تمام عمر میدان کارزار میں بسر ہوئی۔ فلان فلان جنگ میں نے  
 فتوحات حاصل کیں اور (مغنون کی طرف اشارہ کر کے) یہ تم نے اپنی خدمات کے صلے میں پائے  
 فن سپہ گری ایک مردانہ پیشہ ہے جس میں ہر شخص کو دستگاہ حاصل کرنی چاہیے  
 اور جو صاحب اس میں نام پیدا کرنا چاہیں ان کو لازم ہے کہ اپنا تین تین برس سپہ قربان  
 کر دیں یہ کہہ کر بکواسنے اسناد دکھائے۔ ان کے ایک افسر نے لکھا تھا کہ ٹھاکر  
 جنگ بہادر صاحب بڑے جری اور ہوشیار سردار ہیں۔ فن سپہ گری سے انکو  
 فطری مناسبت ہے اور لیاقت و شجاعت میں بے مثل ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں  
 کہ ٹھاکر صاحب جلد اس منصب کو پونچھیں گے جو ان کی شجاعت و لیاقت کے  
 موزوں ہوگا۔ یہ اسناد دکھا کر اپنے فتوحات کا حال بیان کرتے رہے۔ انشاء گفتگو  
 میں سوامی جی نے کہا تھا کہ صاحب جب میدان جنگ میں خون کے دریا بہتے ہیں  
 اور کشتوں کے پستے لگ جاتے ہیں اسوقت کبھی آپ کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ آپ کے  
 ہاتھ سے کس قدر خونریزی ہوتی ہے۔ ٹھاکر صاحب نے مسکرا کر جواب دیا مہاراج! یہ خیال  
 آپ کے گیر و لباس کے موزوں ہے نہ کہ ہم چھتریوں کے۔ دھرم جدھ میں لڑنا چھتریوں  
 کا فرض عین ہے۔ شاستروں میں بھی یہی لکھا ہے اور مہاراج سری کرشن جی نے



پانی چہرہ کا جا رہا تھا۔ ان گھاس کے تختوں میں جا بجا  
 قبریں بنی ہوئی تھیں جنہیں سے اکثر سنگ مرمر کی تھیں اور بعض دیگر پتھروں کی بنی  
 ہوئی تھیں۔ ایک قبر پر جب پہنچے تو دیکھا کہ اُس پر رُباعی ذیل لکھی ہوئی تھی۔

رباعی

کو نہیں زندہ ہوں پر زندہ ہے شہرِ میری	بعد مرنے کے نہیں مرنے کی عزت میری
میں نے وہ کار نمایاں کیے اس عالم میں	یاد جنگی کہ دلائے گی یہ تربت میری

غرض اس شہرِ خوشان کی سمیر کے بعد شام کو ہم مکان پر واپس آئے۔





عیش نگر سے بہت کم لوگوں کو بیان آنے کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ عیش نگر کی آزادی کچی پچی اور دیندار کے فرائض کی پابندی کی سدا رہا ہوتی ہے۔ مگر جن میں جوش دینداری کا غلبہ ہوتا ہے وہ بیان ضرور آتے ہیں۔ آپ شوق سے اندر جائیے اور دینداری کے ذریعہ سے زندگی کا فقرہ حاصل کیجیے۔ مگر یاد رہے کہ کفر کے نتائج دنیا و عقبیٰ میں نہایت ہی خطرناک ہوتے ہیں لہذا کفر سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہیے ورنہ آپ اس بستی میں سخت مسیبت میں پڑ جائیں گے۔ کیونکہ یہاں دینداروں سے برادرانہ اور کفار سے مخالفانہ برتاؤ نمایاں جاتا ہے۔ کفار کو انواع و اقسام کی ایذاؤں میں جس کے وہ سزاوار ہیں دی جاتی ہیں۔ پس جانیے خدا حافظ۔ ہم لوگ آگے بڑھے اور سنگین نگر کے قریب پہنچے۔

### سنگین نگر

آبادی سے دور ایک وسیع باغ تھا جس میں ایک عظیم الشان گر جا بنا تھا۔ باغ کے ایک گوشہ میں بہت آدمیوں کا ہجوم تھا جہاں مرد و عورت بوڑھے جوان سب آگے جانے کے لیے شائق اور کسی منظر کے دیکھنے کے مشتاق نظر آتے تھے۔ ہم قریب گئے تو دیکھا کہ وہاں چند سیاہ پوش پادری نہایت سنجیدگی کے ساتھ کھڑے تھے۔ ان کے قریب ایک چٹا بنی ہوئی تھی اور چند سلح سپاہیوں کے حلقے میں ایک پندرہ سولہ برس کی مصوم لڑکی جس کے چہرے سے خون و نا اُمیدی کے آثار نمایاں تھے کھڑی کانپ رہی تھی۔

نمائشایوں سے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کی زبان سے اتفاقاً اپنے کسی ہم سن رفیق کے سامنے کل گیا تھا کہ خیل کا یہ مسئلہ کہ آدم کی ایک پسلی سے خرا پیدا ہوئی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر پادریوں کے کان تک پہنچی۔ اسکی تحقیقات کے لیے انھوں نے

[illegible]

کرتے چلے جاتے ہیں۔ مار مار کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ مجروح زمین پر پٹے کراہ رہے ہیں۔ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر دل کانپ گیا۔ ہم سکتے کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور خون کے مارے قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد سرکاری فوج نے اگر اس مجمع کو منتشر کیا۔ چند شخصوں کو گرفتار کیا باقی بھاگ گئے۔ مجروح شفا خانے بھیجے گئے اور لاشوں کے جلانے کا حکم دیا گیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے دو فریق شیوا اور ویشنوین باہم ٹیکہ یعنی تشقہ کے مسئلہ پر بحث ہوئی مباحثہ میں سخت کلامی کی نوبت پہنچی اور آخر کار یہ خواستوار جنگ برپا ہوئی۔

اب یہاں سے چل کے ہم سنگین نگر میں پہنچے۔ یہاں بازار میں ایک مقام پر ہندو مسلمانوں میں لٹھ چل رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ایک سمت سے ہندوؤں کی کالی کی سواری جاتی تھی اور دوسری جانب سے مسلمانوں کے تعزیے آتے تھے۔ ہر دو فریق نے نگاہیں اور تعزیے رکھ کر لٹھ بازی شروع کر دی۔ جانبین سے بہت آدمی زخمی ہوئے اور آخر کار پولیس نے بدقت تمام انکو منتشر کیا۔ ہم حیران تھے کہ یا الہی کیسی دینداری ہے جو بچائے اتحاد اور ہمدردی کے قتل و خونریزی کو جائز رکھتی ہے۔

وہاں سے آگے بڑھے۔ اکثر باشندوں کو بہت مہذب اور متقی پایا۔ کوئی شاستر کا پاٹ کر رہا تھا۔ کوئی قرآن کی تلاوت میں مشغول تھا۔ کوئی انجیل پڑھنے میں مصروف تھا۔ ان دینداروں کی صورت سے یہ ہرگز نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسی بیرحمی و خونریزی کے مرتکب ہو سکتے ہیں مگر جو ش دینداری (یعنی تعصب) سے مغلوب ہو کر یہ لوگ ان افعال ناجائز کے مرتکب ہوتے ہیں جو بادی النظر میں ان سے ہرگز سرزد ہونے کے قابل نہیں۔ ایک صاحب ایک مسجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ہم ان کے پاس ٹھہ گئے اور



اٹھا ہر کرنے کی کوشش میں کرتے تھے اور اُن کو اپنے مسلک پر لانے کی بہت تجاویز کرتے تھے مگر چودہویں صدی سے نہیں بلکہ تالیف قلوب کے ذریعہ سے اُن کو اپنا ہم مذہب بنانا چاہتے تھے۔ گواہل دین سے براور انہ سلوک کرتے تھے مگر غیر مذہب والوں کے ساتھ بد سلوکی کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ یہاں شمشیر کی جگہ تعلیم کا اور بندوبست کی جگہ تلقین کا رواج تھا۔ شیریں زبانی و فصیح بیانی اور دیگر خوشگوار تدابیر سے وہ لوگ وہی کام لیتے تھے جو سنگین نگر میں سخت وسائل سے لیا جاتا تھا۔ ہم بستی کی سیر کرتے ہوئے بازار میں پہنچے۔ یہاں ایک مقام پر ایک عیسائی صاحب ممبر پرکھنے و عطا کیا ہے تھے اور اُن کے گرد ایک مجمع کثیر تھا جو ان کی شیریں بیان و فصاحت آمیز گفتگو کو بہت گوش ہو کر سن رہا تھا۔ ہم بھی اُس مجمع میں داخل ہو کر وعظ سننے لگے۔ واعظ صاحب نے فرمایا۔

بھائیو! غور کرو کہ تم چند روز کے واسطے اس عالم اسباب میں آئے ہو۔ ہمیشہ گویا ہر نہیں ہنا ہے تمہارا اصلی مسکن بہشت ہے جہاں تم کتنا ہوں سے پاک ہو کر خوشی و خرمی کی ابدی زندگی بسر کرو گے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ گناہ کیونکر پیدا ہوا۔ کیونکہ وہ اس عالم میں آیا۔ کیونکہ اُس سے انسان رہائی پا کر اپنے دائمی مسکن کو پہنچ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ذات باری کو سب فرشتوں نے سجدہ کیا اُسوقت ابلیس نے جو بہشت برین میں علم الملکوت تھا سخت تکبر کے سبب سجدہ کرنے سے انکار کیا اور کہا میں ہمسری کا استحقاق رکھتا ہوں اس لیے میں سجدہ کرنے سے معاف کیا جاؤں۔ پھر خدا نے اُس کو ہمراہ ہر ایوں کے بہشت سے نکال دیا۔

تکبر عزرا زیل را خوار کرد	بزدان لعنت گرفتار کرد
---------------------------	-----------------------

[illegible]

دی ہے کہ ہم جہان چاہیں جائیں جو چاہیں کھائیں۔ صرف ایک گیمون کھانے کی مانگ ہے جس میں ہمارا کوئی ہرج نہیں۔ ہزار ہا قسم کے لذیذ پھل ہمارے لیے پیدا کیے ہیں ایک گیمون نہ کھایا تو کیا۔ لہذا ہکو شب روز اپنے خالق کی بندگی کرنی اور قناعت سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ آدم نے جواب دیا ہاں پیاری خواہم سچ کہتی ہو ہمارے واسطے خاندان سب مباح کیا ہے ایک چیز نہ کھائیں تو کیا۔ دیکھو یہ درخت کیسے خوشنما اور خوش ذائقہ پھلوں سے لدے ہوئے ہیں چشمہ ہائے شیریں جا بجا جاری ہیں جو ہماری بھوک پیاس کی ضرورتوں کو رفع کر سکتے ہیں۔ یہ سبزہ زار سایہ دار درختوں سے محفوظ ہمارے آرام کے لیے کافی ہے کوئی شے ایسی نہیں جس کی خواہش ہو باقی ہو۔ پس ہکو خالق کا شکریہ ادا کرنا چاہیے

اگر ہر موے من گردد ز بانی  
نیارم گو ہر شکرے تو مفتن

اگر ہر موے من گردد ز بانی  
نیارم گو ہر شکرے تو مفتن

اس طرح گفتگو کرتی ہوئی خواہو گئیں اور آدم اُن کے سر کے نیچے پتھر کا نگینہ لگا کر اور نگینہ گلابی مضارعن کا بوسہ لیکر باغ کی سیر کرنے لگے۔ شیطان نے موقع پا کر خواہو خواب میں گیمون کھانے کی ترغیب دی۔ جب خواہا گئیں تو اس وحشت ناک خواب سے بہت متعجب رہیں اور آدم کو دیکھا تو اپنے پہلو میں نہ پایا۔ اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوئیں اٹھ کر باغ میں اُنکی جستجو کرنے لگیں ایک درخت کے سائے میں اُن کو لب آب بیٹھا دیکھا تو فوراً دوڑ کر لپٹ گئیں اور یہ عجیب و غریب خواب اُن سے بیان کر کے خون سے کانپنے لگیں آدم نے اُنکی تسلی کی اور کہا کہ یہ محض خواب تھا قابل توجہ نہیں چنانچہ دونوں اٹھ کر باغ میں ٹٹلنے لگے۔ اسی طرح شیطان نے خواہو کو دوبارہ بارہ ور غلام یا بیسری مرتبہ





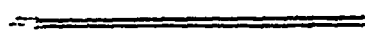
ایک نئی دنیا پیدا کی اور اُس میں انسان مخلوق کیا اور اس انسان میں میں نے اپنی روح پھونکی تاکہ وہ روحانی ترقی کے ذریعہ سے اعلیٰ ترین مراتب کو پہنچ سکے میری قربت حاصل کر سکے۔ مگر شیطان مردود نے جسکو کچھ عرصہ ہونا فرمائی کے باعث بہشت سے نکال دیا تھا اُن کو نافرمان و گنہگار بنا دیا تاکہ انسان حصول مرتبہ اعلیٰ سے محروم رہے اور میرا امتیاز جو تخلیق آدم سے تھا فوت ہو جائے۔ اب انسان میں اس امر کی صلاحیت باقی نہ رہی کہ اپنی ذاتی کوشش سے وہ اس گناہ کو دور کر سکے اور اُس جلیل القدر مرتبہ کو پہنچ سکے جو اُس کے واسطے مخصوص کیا گیا ہے اور یہ انصاف سے بعید ہے کہ اُس کا گناہ بلا کفارہ معاف کیا جائے۔ اس صورت میں اگر کوئی روحانی مخلوق مثل تمھارے اُسکا حامی و مددگار بنے اور اُس کے واسطے اپنی قربانی کرے عالم میں جا کر انسان بنے اور اپنی قربانی سے اپنے ہمجنسوں کا کفارہ دے تو ممکن ہے کہ انسان گناہ کی آلائش سے بری ہو کر پھر مجھ تک پہنچ سکے۔ اے حاضرینِ یمن میں سے کس کو انسان کے ساتھ اس قدر محبت و ہمدردی ہے کہ اس قربانی کا تحمل ہو سکے اور اس کا عظیم کو انجام دے سکے۔ یہ کہہ کر باری تعالیٰ خاموش ہو گیا اور حاضرینِ جلسہ کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ عرصہ کے سکوت کے بعد مسیح اُٹھے اور شیریں کلامی سے عرض کیا۔

اے پیارے باپ! تیرے پاک ارادے کو کون باطل کر سکتا ہے۔ حاسد مخلوق آخر کار اپنے آپ ہی کو اپنے حسد کا نشانہ بناتی ہے اور اُس کے نتائج میں خود ہی پائمال ہوتی ہے۔ شیطان ملعون اس تیری نئی مخلوق کو اُس اعلیٰ مرتبے سے جو تو نے اُس کے واسطے تجویز کیا ہے ہرگز محروم نہ کر سکے گا بلکہ انجام کار خود بغض و حسد کی آگ میں جلیگا۔ اے پیارے باپ! ان سب فرشتوں میں سے ہر ایک کو تیری نئی مخلوق کے ساتھ



اور ہر جگہ مسیح کی جے کاغزو بلند ہو رہا تھا۔ اس کے بعد ملک یہودیہ میں کنواری مریم کے ذریعہ سے مسیح کا اظہار ہوا اُس وقت فرشتوں نے بہشت میں بہت خوشی منائی دہوی اور دیوتا بائبل میں چڑھے آسمان میں پھرتے تھے اور پھولوں کی بارش کرتے تھے اور مسیح کی جے پکارتے تھے اور زمین پر تمام خلقت بشاش ہو رہی تھی۔ سبزہ خوشی سے اٹھارہا تھا، رختوں پر نئی آب و تاب آرہی تھی۔ وحوش و طیور جنگلوں میں فرط مسرت سے رقص کرتے تھے۔ اور بنی آدم کے چہرے خوشی سے بشاش ہو رہے تھے گویا ہر شے زبان حال سے اظہار خوشی کر رہی تھی۔ سنت و اولیا مسیح کے درشن کو آتے تھے مریم اپنے بیٹے کا نورانی چہرہ دیکھ دیکھ کر خوشی سے جامے میں نہ سہاتی تھی غرض اس طرح مسیح کا جنم ہوا اور بتدریج پرورش پا کر وہ سن بلوغ کو پہنچے تیس سال کے سن میں انھوں نے ہدایت و تلقین شروع کی۔ تھوڑے عرصے میں بہت لوگ اُن کے معتقد اور پیرو ہو گئے مگر یہودی جو بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے اُنکے حاسد ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے مذہب میں بدعت و رخنہ اندازی کا جرم لگا کر اُن کو صلیب پر چڑھا دیا۔ مسیح کے واپس جانے پر جناب باری اور اُسکے فرشتوں نے بڑی خوشی منائی مگر روئے زمین پر تاریکی چھائی۔

اے بھائیو! میرے اس بیان سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کی حفاظت کلی مسیح ہی کی پناہ میں ہے اور یہی ایک ذریعہ اُسکی نجات کا ہے۔ جو صاحب ولایت و انبیا کے معتقد ہیں اُنکو غور کرنا چاہیے کہ کجا اولیا و انبیا اور کجا مسیح باری تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا جس نے انسان کے واسطے اپنے آپ کو قربان کیا۔ اُسکو گناہ سے رہائی بخشی اور ہمیشہ کو اُسکے لیے بہشت کا دروازہ کھول دیا۔ ایسے اے بھائیو! اگر گناہ سے نجات کے خواہاں ہو اور اپنے دائمی مسکن کو واپس جانا اور ذات باری کی قربت حاصل کرنا چاہتے ہو



۱۔ اور دوسرے دنوں کے لئے جو پیش  
میں خالص اور صاف ہو جائے

۵۔ جو بھی ہو جائے

۱۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اگر کوئی اور آگے آئے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

۵۔ جو بھی ہو جائے اور اس کی راہ میں

# منزل سوم

## عامل نگر

آگے بڑھے تو کچھ فاصلے پر ایک دروازہ ملا جو کھلا ہوا تھا اور اسی پر چلی حرفوں میں  
یہ شعر لکھا تھا ہے

خبط کن ربط کن حقیقت کن عاقبت را بہین طریقت کن

دروانی کے ایک جانب ایک صاحب ایک چوکی پر بیٹھے تسبیح پھیر رہے تھے  
میں نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ کون مقام ہے فرمایا یہ عامل نگر کا دروازہ ہے اور اندر  
عالموں کی بستی ہے یہاں ہر شخص تقصیب سے سیر اپنے عمل میں مشغول رہتا ہے اور دوسروں  
کا غل نہیں ہوتا۔ منقول یہاں کا مسلک ہے۔ علم اس بستی میں نظر تحقیر سے دیکھا جاتا  
ہے۔ یہاں صرف عمل کی قدر کی جاتی ہے اور اصل ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ عالم حساب  
قال ہوتا ہے اور عامل اہل حال ہے

از کثر و ہدایہ نتوان یافت خدارا مجموعہ کمال بین کہ کتابی بہ ازین نیست

فلسفہ بگھارنا اور مسائل منطق حل کرنا چاہیے مباحثے کے لیے مفید ہو مگر روحانی ترقی  
کے لیے اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے

صد کتاب و صد ورق در ناکار کن جان و دل را جانب دلدار کن

کیونکہ

[illegible]

۱۲۳۴۵۶۷۸۹۱۰۱۱۱۲۱۳۱۴۱۵۱۶۱۷۱۸۱۹۲۰۲۱۲۲۲۳۲۴۲۵۲۶۲۷۲۸۲۹۳۰۳۱۳۲۳۳۳۴۳۵۳۶۳۷۳۸۳۹۴۰۴۱۴۲۴۳۴۴۴۵۴۶۴۷۴۸۴۹۵۰۵۱۵۲۵۳۵۴۵۵۵۶۵۷۵۸۵۹۶۰۶۱۶۲۶۳۶۴۶۵۶۶۶۷۶۸۶۹۷۰۷۱۷۲۷۳۷۴۷۵۷۶۷۷۷۸۷۹۸۰۸۱۸۲۸۳۸۴۸۵۸۶۸۷۸۸۸۹۹۰۹۱۹۲۹۳۹۴۹۵۹۶۹۷۹۸۹۹

[illegible]

عزیز

[illegible]

ج: در کیفیت معنی و حال	م: قیاسی است و قال
------------------------	--------------------

پیدا کرنے کے لیے موسم گرما میں بنچا گئی تاپتے ہیں۔ موسم سرما میں پانی میں بیٹھتے ہیں اور برسات میں کھلے میدان میں رہتے ہیں۔ کپڑے کسی موسم میں نہیں پہنتے جسم میں فقط خاک مل لیا کرتے ہیں۔ گویا جسم خاکی کے واسطے یہ لباس خاکی زیبا و موزون ہے غرض اس طرح سردی و گرمی برداشت کرنے کی قوت اپنے میں پیدا کرتے ہیں۔ یہ دراصل بڑا بھاری تپ ہے۔ جنگوت گیتا میں لکھا ہے کہ جو شخص سردی گرمی۔ راحت و رنج نیکنامی و بدنامی میں یکساں رہتا ہے وہی نجات پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی کے سادھو صاحب عامل ہو رہے ہیں۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور سادھو ایک درخت کے سائے میں کھڑا تھا اسکے قریب ایک جھولا پڑا تھا دھونی لگی تھی اور چند آدمی اُسکے گرد بیٹھے تبا کو پی رہے تھے تبا کو گانجہ اور چرس کے ڈھیر لگے تھے جب نئی چلم تیار ہوتی تو پہلے باباجی اُس پر دم لگاتے پھر وجہ بدرجہ اور لوگ اُسے پر شاد یا تبرک سمجھ کر پیتے یہ کھڑی شوری بابا کے نام سے مشہور تھے کیونکہ ہمیشہ کھڑے رہتے تھے۔ کبھی زمین پر نہیں بیٹھتے تھے۔ جب بہت تھک جاتے تھے تو ذرا جھولے کا سہارا لگا لیتے تھے۔ عرصے تک کھڑے رہنے کے باعث اُن کے پاؤں میں خون اُتر آیا تھا سرخ ہو گئے تھے اور سو ج بھی گئے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ نے سات برس تک اسی جگہ پر کھڑے رہنے کا عہد کیا ہے جسم میں سے چار برس تو ختم ہو گئے تین سال باقی ہیں جب سات برس پورے ہو جائیں گے تو باباجی یہ عمل چھوڑ کر کوئی دوسرا عمل شروع کریں گے ایک صاحب نے فرمایا انسان کے حواس اہتداز و زبردست ہیں کہ وہ روح کو جھڑپا ہین پھیر لجاتے ہیں۔ اٹھتین کے کمزور اور مطیع کرنے کے لیے ہر قسم کے عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے عمل سے صرف حواس ہی پر قابو نہیں ہوتا





است خطرناک ہیں اور اکثر سافراغینین میں بچپن کے رہ جاتے ہیں۔ یہاں سے آپ اگر منزل  
 منزل جائیگے تو بہت تکلیف ہوگی اور اندیشہ ہے کہ آپ منزل مستعد تک پہنچ بھی سکیں  
 میں آپ کو ایک ایسا یہاں بتا سکتا ہوں جسکے ذریعہ سے آپ سارے درمیانی سفر کو  
 پیچھے کر براہ راست سرورنگر پہنچ جائیں گے۔ یہ کمکر سادھو صاحب خاموش ہو گئے۔  
 سو امی جی نے کہا اذین چہ بہتر نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اگر آپ مہربانی فرما کر اس راہ دست  
 کی ہدایت کریں گے تو ہم آپ کے بہت ممنون ہونگے۔ سادھو صاحب نے فرمایا اسکا جواب  
 ذرا تفصیل چاہتا ہے۔ سنئے اگر تمام عالم کو نظر غور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 دو اجزا پر منقسم ہے۔ ایک پر کرتی یعنی مادہ دوسرا پران یعنی وہ قوت جو پر کرتی میں پوشیدہ  
 اور اسمین انواع و اقسام کے تغیرات پیدا کرتی ہے۔ اسی پران کی وجہ سے ہم چادات، نباتات  
 حیوانات، انسان، دلائل کا اختلاف اور ہر ایک کے بشمار اقسام دیکھتے ہیں مگر پران  
 کی قوت، مادہ سے علیحدہ ہو جائے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پھر کس قسم کا مادہ باقی رہ جائے گا۔  
 کیونکہ ہمارے تجربہ میں کبھی کوئی ایسا مادہ نہیں گذرا جو اس قوت سے خالی ہو اور پران کو بھی  
 ہم مادہ سے علیحدہ نہیں تصور کر سکتے کیونکہ موجودہ حالت میں کسی طرح قیاس میں نہیں آسکتا کہ  
 وہ پر کرتی کے بغیر کس طرح اور کس شعبہ میں اپنا قیام و ظہور کرے گا۔ جو اتنا کہ ہمارے علم کی رسائی  
 ہے ہم ان دونوں اجزا کو یکجا و مخلوط اور لازم و ملزوم پاتے ہیں جس طرح کل عالم کو پران  
 ایک خاص ترتیب پر چلاتا ہے اسی طرح انسان کے جسم میں بھی یہ پران سر تاپا موجود ہے اور  
 یہی حیات انسانی اور حرکات و سکنات جسمانی کا سبب ہے۔ جو جو قوتیں جسمانی و دماغی روحانی  
 انسان میں نظر آتی ہیں وہ اس پران ہی کا نتیجہ ہیں۔ اسی کو اکثر حکما روح کہتے ہیں۔ جسقدر  
 پران کا ظہور معمولی طور پر انسان کو نظر آتا ہے اُس سے بدرجہا زیادہ اُس کا ظہور حکما کو معلوم



اور انشاء گنگوین برابر چلی جاتی تھی۔ یہاں کے لوگوں کو اس بات کا بڑا ربط تھا کہ نصرت کی حالت میں بھی نالایحج برابر چلتی رہتی تھی۔ یہاں کے باشندوں پر دو دل بکار دوست بیار کا مضمون صادق آتا تھا۔ ہندوؤں کی پیشانی پر ٹیکا لگا رہتا تھا۔ کسی کے تربڑ کسی کے کھور نظر آتی تھی۔ عیسائیوں کے سینے پر سلیب پڑی رہتی تھی اور ہر شخص کی سیدلی آرزو رہتی تھی کہ کسی طرح دولت جمع کر کے مندر یا مسجد یا گرجا بنوایا جائے تاکہ اس سے اہل دین کو نفع پہنچے۔ دنیا میں نام اور عقبی میں آرام ہو۔

کچھ دیر بستی کی سیر کر کے ہم ایک عالی شان مندر میں پہنچے جو شہر سے کچھ فاصلے پر ایک عمدہ باغ کے درمیان واقع تھا۔ بستی کے ایک متمول سا بھوکار سہمی نہرچھ لال صاحب نے یہ مندر بہت روپیہ صرف کر کے بنوایا تھا اور اس کے صرف کے لیے بہت جائیداد وقف کر دی تھی۔ جب ہم اندر پہنچے تو پوجاری جی ہم سے بہت شپاک سے ملے اور بہت بڑے بڑے آٹھنا حالات کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ آپ کو فلاں کمرے میں لجاؤ اور ٹھکانا وغیرہ کا انتظام کرو۔ پوجاری جی موٹے تازے خوشرو آدمی تھے اور مندر کی کارروائی اور ٹھاکر جی کی سیوا پوجا دل و جان سے کرتے تھے۔ جاترین سے بہت اخلاق اور مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ اگرچہ کم علم تھے مگر نہایت مہذب اور ذی فہم تھے۔ دنیوی معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔ نوکر بہن ایک کمرے میں لیگیا جو پر کھٹ خوشنما فرش فروش جھاڑ فائوس وغیرہ سے آراستہ تھا۔ ایک جانب دو پلنگ لگے ہوئے تھے جن پر محل کے دیگر گدے بچھے ہوئے تھے۔ ہم لوگ کمرے میں جا بیٹھے۔ ہمارے نہانے کا انتظام کیا گیا اور ہننے غسل کیا اتنے میں ہمارا لچ کا بھوگ لگا اور پوجاری جی ہمارے واسطے خود پر شاد لائے اور ایک کمرے میں بٹھا کر ہمیں کھلایا۔ ایسا خوش ذائقہ اور خوشبو پر شاد ہم نے کبھی نہیں کھایا تھا ٹھاکر جی کا



اور لطف یہ ہے کہ تمام چیزیں دین داری کا پہلو لیے ہوئے ہیں عیش نگزین بھی یہی چیزیں  
موجود ہیں مگر وہاں دین داری کا نام و نشان نہیں یہاں چونکہ حظِ سماوی اور لذائذِ روحانی  
دونوں موجود ہیں لہذا یہی منزل مقصود ہے۔ سو اسی جی سسکا کر کہنے لگے عجیب سی ہر جہاں  
ایک جانب جسم آزاری ہے اور دوسری جانب تن پروری۔ سچ پوچھو تو روح کا تعلق یہاں  
بے نہ وہاں ہے۔

ہنوز بلبل کے عشق کی بو شام گل تک نہیں گئی ہے

ایک روز میں نے پوچھاری جی سے پوچھا کہ مورتی پوجن کا اصل اصول کیا ہے جواب دیا۔  
میں کم علم شخص ہوں آپ کو شافی جواب نہیں دے سکتا میری رائے میں مورتی پوجن کا اصل  
اصول یہ ہے عقیدہ کوہِ رامی جی بنائے۔ مثل مشہور ہے۔ ایشور لامکان لازمان حاضر ناظر  
ہر شے میں ہر وقت موجود ہے بقول شاعر

۔۔۔ نہ گو ہوش ہے وہ نہ ہے سنگ میں  
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

لہذا جس شے میں اسکی صدق دلی اور سچے پریم سے پرستش کی جائے مقبول ہوگی کیونکہ ع

۔۔۔ عشق میں تاثیر ہے پرجہ بڑے دل چاہیے

چند روز بعد ہم نے پوچھاری جی سے رخصت چاہی۔ فرمایا کچھ دن اور ٹھہرو۔ ٹھاکر جی  
کے ساون کے ہنڈو لے دیکھ کر جانا چنانچہ ہم ٹھہر گئے۔ جب ساون کا مہینہ آیا تو مندر  
بڑی خوبی سے سجائے گئے اور ان میں بہت خوشنما طوائف اور نقرائی ہنڈو لون پڑھا کر جی کے  
سنگھاسن رکھے گئے جس ٹھاکر دوارے میں ہم مقیم تھے اُس میں تو بہت ہی تکلف کی آرائش  
زیبا ایش کی گئی تھی کیونکہ یہ مندر دیگر مندروں سے بہت عمدہ و دولت مند تھا۔ لہذا اُس میں ہمیشہ

۱۰۱-

یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔  
یہ کہ اگر کسی سے دوستی ہو تو اس سے دوستی نہ کرے۔

# منزل چہارم

## عالم نگر

کچھ دور چل کر ہم ایک گھلے ہوئے دروازے پر پہنچے جیسے موٹے حروف میں یہ

عجیب ترقی سے ذات باری عالم مطلق ۔۔۔ اند  
 قریب اومی شود از علم و بند  
 ماکھی طفلانہ ای۔۔۔ کات  
 ایک چوکی پر ایک بزرگ بیٹھے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔  
 ان سے پوچھا کہ یہ کیا مقام ہے۔ فرمایا یہ عالم نگر کا دروازہ ہے۔ چونکہ عامل نگر میں مقصود اصلی کا  
 فی سہ نہیں چلتا اس لیے سچے طالب وہاں سے مایوس ہو کر اس بستی میں آتے ہیں اور علم کے  
 ذریعہ سے علم کل کی جستجو کرتے ہیں۔ غور کیجیے کہ جہاں محض عقل کو رسائی ہے وہاں عمل کیا کارآمد  
 ہو سکتا ہے۔ اس جگہ صرف علم ہی کام دے سکتا ہے۔ مثلاً اگر آپ کو اقلیدس جاننا منظور ہے  
 تو آپ ہزار آسن اور پرانا نام کیجیے مگر اقلیدس آپ کو نہ ایگی تا وقتیکہ آپ اسکو نہ پھین  
 اسی طرح ذات باری کی معرفت کے لیے ہی موضوع لہ ہے  
 بے علم نتوان خدارا شناخت

عمل بیان کچھ کام نہیں دے سکتا۔ اس بستی میں علم ہی کی تنظیم کی جاتی ہے اور عمل نظر سے  
 دیکھا جاتا ہے۔ بیان ہر کے علوم و فنون کی ترقی میں انسان مشغول رہتا ہے





شام کے چوبچے مخزن العلوم میں پنڈت دو یارام جی۔ دویت پششا دویت۔ ادویت  
 پر دیا کھیاں دینگے۔ چنانچہ ہم وقت معینہ سے پیشتر مخزن العلوم میں پہنچے۔ یہ ایک  
 عظیم الشان کتب خانہ عوام کے فائدے کے لیے تھا۔ ایک عالیشان عمارت تھی جہاں بڑے  
 بڑے کئی کمرے تھے۔ ان کمروں میں بڑی بڑی الماریاں رکھی تھیں جو مختلف علوم کی  
 کتابوں سے سمو تھیں۔ ہر الماری پر ٹکٹ لگے تھے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ فلاں  
 علم کی کتابیں اس الماری میں ہیں۔ طلباء علم کی سہولت کی غرض سے ہر کمرے کے وسط  
 میں ایک بڑی میز لگی تھی جسکے گرد کرسیاں پڑی تھیں۔ میز پر اُس کمرے کی جمہ کتابوں کی  
 فہرست رکھی رہتی تھی جن صاحب کو جو کتاب درکار ہوتی ہستم کتب خانہ سے کہتا وہ فوراً  
 کتاب مطلوبہ نکال دیتا۔ کتب خانہ چھ بجے صبح سے دس بجے شام تک کھلا رہتا تھا۔  
 ہر شخص کو کتاب اور اخبار پڑھنے کی اجازت تھی مگر اُن کو باہر لیجانے کی اجازت نہ تھی  
 کتب خانہ مخزن العلوم بڑے پُر فضا باغ میں واقع تھا۔ چھت پر ایک وسیع کمرہ تھا جہاں جہاں  
 آدمیوں کی نشست کی گنجائش تھی مختلف مضامین پر مہفتہ وار لکچر وعظ اُپدیش اور طرح طرح کے  
 علمی مباحثے اسی کمرے میں ہوا کرتے تھے۔ کتب خانہ و باغ کی سیر کر کے ہم لوگ وقت معینہ  
 پر کمرے کے ایک گوشے میں آ بیٹھے۔ قریب دو ہزار آدمیوں کے مجمع تھا۔ ٹھیک وقت پر  
 پنڈت جی صاحب تشریف لائے اور دیا کھیاں شروع کر دیا جسکا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

### دویت پششا دویت۔ ادویت

حاضرین جلسہ! اس عالم کی کل شیاں ناشوان یعنی فانی ہیں۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ انکا اصل  
 جوہر کالعدم ہو جاتا ہے بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ اُن کے اسما و اشکال متغیر ہوتے رہتے ہیں مثلاً گڑا  
 ٹوٹ کر ٹکڑیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گھڑا ٹوٹتے ہی فنا ہو جاتا ہے اور کنکریوں کا وجود قائم



حیوانات میں بھی یہی قوت بطور حیئتِ ناظور کرتی ہے اور یہی دونوں مفرد انسان میں بطور جسم  
 اور روح ظہور کرتے ہیں۔ اس بارے میں حکماء کی رائے میں اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ  
 روح کوئی شے قائم بالذات نہیں بلکہ وہ صرف دماغ کی ایک قوت ہے۔ مگر اب بزرگِ علم و حکمت  
 یہ بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ روح دماغ سے علیحدہ بھی کام کر سکتی ہے پس روح  
 مادی نہیں ہے اور نہ اجزائے مادی سے مرکب ہے بلکہ ایک شے مفرد قائم بالذات ہے  
 جس طرح شمع کی روشنی کا ظہور چینی کی صفائی پر موقوف ہے۔ اسی طرح روح کا ظہور جسم کی  
 لطافت پر منحصر ہے۔ اگر ہمارے اجسام ایک شفاف شیشے کی طرح صاف اور لطیف ہو جائیں  
 تو ان میں روح کا پورا ظہور ہو یعنی اُس کا ظہور دائمی اور مکمل ہو۔ دائمی اس لیے کہ روح مفرد  
 شے ہے تبدیلی اُس میں غیر ممکن ہے اور مکمل اس لیے کہ اُس کے پورے ظہور کی مانع کوئی  
 چیز نہ رہے۔ کل یوگ کا مطلب یہی ہے کہ بنی نوع انسان کے اجسام ایسے صاف و  
 لطیف ہو جائیں کہ روح اُن میں پورا ظہور کر سکے۔ اس بحث سے دو ہی مفرد کائنات  
 ہوتا ہے۔ ایک روح دوسرا مادہ جن کے میل سے کل اشیاء عالم بنتے ہیں۔ ہم کل اشیاء  
 مادی کو تبدیل پذیر پاتے ہیں اور نیز کل ظہور روح متغیر ہوتے رہتے ہیں یعنی یہ دونوں  
 چیزیں فانی ہیں۔ اشیاء مادی اس لیے فانی ہیں کہ وہ مرکب ہیں مختلف ظہور روح اس لیے  
 فانی ہیں کہ وہ اُن مرکبات میں ہوتی ہیں جو خود فانی ہیں۔ جس وقت روح اپنا ظہور  
 محض مفرد مادے میں کر لے گی یعنی جس وقت روح کا ظہور صاف ترین اور لطیف ترین اجسام  
 مادی میں ہوگا اُس وقت انسان کی حیات علم و سرور مکمل ہونگے۔ کالمین کے اجسام معمولی  
 انسانی اجسام کے مثل نہیں ہوتے بلکہ وہ لطیف ہوتے ہوتے اس درجہ لطافت کو پہنچ  
 جاتے ہیں کہ وہ سراپا نور ہو جاتے ہیں جنہیں روح کا مکمل ظہور ہوتا ہے۔ الغرض سائر کائنات



الفاظ ہیں۔ ایک ہی مفرد پر کرتی ہے جو کل عالم کی اصل ہے۔ روح بھی اُسی کا ایک ظہور ہے۔ انکو پرکرت وادی یعنی دہریے یا نیچر پرے کہتے ہیں۔ ادویتوں کا دوسرا فرق ایتر غرض ہے کہ ایک مفرد سے مختلف مرکبات پیدا نہیں ہو سکتے۔ مرکبات کم سے کم دو اجزاء کے بغیر نہیں ہو سکتے لہذا محض پر کرتی سے پیدائش عالم نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں روح ادنیٰ میں جیسا کہ پرکرت وادی کہتے ہیں اس لیے یہ ممکن ٹھیک نہیں۔ اس دوسرے فرق ادویتوں کا اصول ہے کہ پربرہم اور پرش ہم منی الفاظ ہیں۔ صرف ایک روح ہی اس عالم میں مفرد ہے۔ ان پر جب یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک مفرد سے گونا گون عالم کیونکر پیدا ہوا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ عالم پیدا ہوا ہی نہیں۔ وجود عالم سہ زمانے میں پایا نہیں جاتا محض خواب خیال ہے

کہ جو اصل میں کچھ وجود نہیں رکھتا رہا بھی	لہذا فضولان صنم و برہمنے ساختہ اند
در حقیقت نسب عاشق و مشتوق کلیت	ہر کجا می نگری استغنیے ساختہ اند

ایک چرخیت درین خانہ کہ از پر تو آں

اس مضمون کو ایک قائل وحدانیت ذات بازی نے اس طرح ادا کیا ہے	چرخ عکس رخ یار عالم دگر نے نیست
	دردا کہ مرالائق دیدن نظر نے نیست

جب اُن سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ نظر آتا ہے آخر کیا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ محض ظلم اور دھوکا ہے۔ جیسے رسی میں سانپ اور ریت میں سرب اور سیپ میں چاندی کا دھوکا ہوتا ہے ایسے ہی آتما میں یہ عالم نظر آتا ہے جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ اس غلطی کی وجہ کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ادویہ یعنی لاعلمی جب پوچھا جاتا ہے کہ او دیا کہاں سے آئی تو وہ کہتے ہیں کہ علم کے نہ ہونے سے بغرض کوئی ایسا اعتراض نہیں کہ جس کا جواب ادویت

سید بہشتی  
سید بہشتی

۵۔ افسانہ سید بہشتی

سید بہشتی  
سید بہشتی

۵۔

سید بہشتی

سید بہشتی  
سید بہشتی

۵۔

سید بہشتی

سید بہشتی  
سید بہشتی

۵۔

سید بہشتی

میں امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان اس پر غور کریں گے۔ میں نے صرف سرسری طور پر یہ  
مضمون آپ سب صاحبوں کے گوش گزار کر دیا تاکہ آپ کو تحقیقات آئندہ میں مدد دے  
ایک روز منہج صاحب نے ہجو ایک اشتہار دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ۷ ماہ حال کو چار  
بجے شام کو مخرن العلوم میں مکتی یعنی نجات کے مسئلہ پر باہم علماء کے مباحثہ ہوگا۔ مباحثین شریک  
مجلس ہو کر اس سے مستفیض ہوں۔ چنانچہ ہم وقت مقررہ سے کچھ پیشتر مخرن العلوم میں پہنچے  
اور اوپر کے کمرے میں جا بیٹھے۔ قریب ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ ہٹیک چار بجے بحث شروع  
ہوئی۔ ایک عالم صاحب نے کھڑے ہو کر بہت فصاحت و بلاغت کے ساتھ حسب ذیل تقریر کی

### مکتی یا نجات

مکتی یا نجات کے لغوی معنی چھوٹنے یا رہائی پانے کے ہیں۔ لفظ مکتی یا نجات سے ہمیشہ  
یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے حصول سے پیشتر کسی طرح کا بندھن یعنی گرفتاری ضرور تھی  
جس سے اب رہائی پائی چنانچہ عام گفتگو میں بھی کہتے ہیں کہ ہکو فلاں بیماری یا آفت سے  
نجات ہوئی مگر اصطلاح فلسفہ میں ان الفاظ کے یہ معنی ہیں کہ آگوں یعنی دور تنازع سے  
جوام الکالیف ہے رہائی پانا۔ اولاً شکم مادر میں جید تکلیف دوئم پیدا ہونے کے وقت کی  
سخت مصیبت سوم دنیا میں انواع و اقسام کی جسمانی تکالیف و دماغی تفکرات چہاٹم یا مہم  
کے بیشمار مصائب چہم مرنے کے وقت نزع و جان کنی کی حالت انسان کے لیے سخت عذاب ہے  
اور نہ ایک بار بلکہ بار بار اس عذاب سے رہائی پانا مکتی کہلاتا ہے بقول مولانا سہ

کاس ازین طوفان بیداری و ہوش  
حاشا گوشت و خون

لہو استہرہ ۱۲۰۰ کسر بخور

لہو استہرہ ۱۲۰۰ کسر بخور

۱۔ یہ ہے جو کہ بہت سی چیزیں دیکھ کر ہرگز نہ مانے کہ یہ  
 کچھ اور ہے بلکہ یہ ہے کہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے

آرزو ہے ویدہ ان لائی ہے  
 آرزو ہے ویدہ ان لائی ہے

۲۔ یہ ہے کہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے

۳۔ یہ ہے کہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے  
 بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے بلکہ یہ کچھ اور ہے



جب اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ سوال پیش نظر ہوتا ہے کہ آیا ہم دو متضاد نسخے سے  
 چھوٹ سکتے ہیں یا نہیں۔ انسان اپنی خواہشات کی وجہ سے اُن مقامات میں پیدا ہوتا ہے  
 کہ جہاں اُن خواہشوں کے پورا ہونے کا کافی سامان بہم پہنچے۔ خواہش انسان میں ایک قلبی  
 قوت ہے جو اپنی کشش سے اُس کو اُس مقام پر لے جاتی ہے جو لحاظ جملہ حالات اُسکی طبیعت سے  
 مناسبت رکھتا ہے اور جس میں اُسکی خواہشات کے پورا ہونے کا موقع ملتا ہے پس جب تک  
 انسان کے دل اس عالم کے متعلق خواہش باقی ہے تب تک اُس کو نیچر جم یعنی بیان آئینکی ضرورت  
 ہے۔ جب انسان کی کل دنیوی خواہشیں دور ہو جاتی ہیں تو ظاہر ہے کہ اُس کو پھر بیان آنے کی  
 ضرورت نہیں رہتی کیونکہ کوئی دنیوی کشش باقی نہیں رہی جو اُس کو کھینچ کر بیان لائے۔ لہذا دو متضاد  
 نسخے رہائی پانا ناممکن ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ رہائی کے وسائل کیا ہیں۔ روح اور جسم کے اجتماع سے ابتدا میں خودی  
 پیدا ہوتی ہے یعنی انسان اپنے آپ کو جسم سمجھ کر جسمانی راحت کی تلاش میں انوار و اقسام کے  
 تعینات میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جب وہ گراں معلوم ہوتے ہیں تو خودی کی بھگیٹی کے ذریعہ سے  
 جو ان کا اصلی سبب ہے اُن سے رہائی پاتا ہے۔ خودی دور ہونے پر اُسکی کل خواہشات معدوم  
 ہو جاتی ہیں اور انسان دو متضاد نسخے سے رہائی پاتا ہے۔ پس خودی کی بھگیٹی ہی ایک ذریعہ دو متضاد  
 نسخے سے رہائی پانے کا ہے۔

بیان تک پہنچنے تک کسی کا ایک رخ دکھایا یعنی جسکو کمتری حاصل ہوتی ہے اُسکو دو متضاد نسخے اور  
 اُسکے بیشمار مصائب سے رہائی ہوتی ہے بعض اشخاص ان مصائب سے تنگ آکر اُن سے رہائی پانے  
 کے لیے خود کشی کر لیتے ہیں مگر اس سے مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے

گراں سودا بجان بوزے چہ پودے

مستاع وصل جانان بس گراں ست



کے درد شاہین نگر اندر ہوا اسکے اوج اور  
بے پرواہی سست اینچا طائر طیار ما

یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ جس قدر خواہش انسان میں کم ہوتی جاتی ہے جس قدر اس میں  
شانتی آتی جاتی ہے اسی قدر اُس میں سرور زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ  
جب خودی اور کل خواہشیں دور ہوں گی اور پوری شانتی انسان کو حاصل ہوگی وقت  
اسکو وہ سرور محسوس ہوگا جو خواہشات کی آلائش کی وجہ سے اس وقت ہماری سمجھ میں  
نہیں آسکتا

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خودی کیونکر دور ہو۔ خودی دور ہونے کا ذریعہ محبت ہے  
اہل ہند کے شاستروں میں تکمیل تعلیم کے بعد طالب علم کو گزشتہ آشرم کی ہدایت کی گئی ہے  
تاکہ اُس کو اپنی بی بی اور بچوں سے محبت و اُنس پیدا ہو اور اس طرح پریم کا انکار و محبت کی  
بنیاد پڑے جو بڑھتے بڑھتے کسی وقت درخت ہو کر بھگتی کے مرتبہ کو پہنچے۔ نوع انسان سے  
محبت اور ذات باری سے عشق بھگتی کہلاتی ہے جب انسان میں بھگتی یعنی عشق حقیقی کا غلبہ ہوتا  
ہے اور وہ پریم کے دریا میں غرق ہو جاتا ہے تب وہ قید خودی سے رہائی پاتا ہے اور  
ذات باری سے قربت حاصل کرتا ہے۔ اُس کا محدود علم و سرور لامحدود کی طرف چلتا جاتا  
ہے لیکن کبھی اختتام کو نہیں پہنچتا ہے ۵

ہر کجا من نزل آرام تصور کر دیم

چون نفس را ست نمود کم رسیدن ببلورد

محدود کو کتنا ہی بڑھاؤ لیکن کبھی وہ غیر محدود نہیں ہوتا۔ عابد و معبود کا رشتہ مثل اُن دو خطوط  
ریاضی کے ہے کہ جو بڑھانے سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں لیکن کبھی نہیں ملتے۔ ایس ہی



تین ہی میں رہنا پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک قیدی کو جب بہت عرصے کی قید کے بعد رہا کیا گیا تو اُس نے منتظرانِ جیل سے التجا کی کہ براہِ عنایت مجھے یہیں رہنے کی اجازت دیکھے  
میں یہیں خوش ہوں باہر نہیں جانا چاہتا۔ بقول غالب

ریخ سے خرگروا انسان توٹ جاتا ہے ریخ  
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں

یہی کیفیت اُن حکما کی ہے جو فردیت کے احاطے سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ تعینات میں  
مدت دراز سے رہتے رہتے آزادی اُن میں اس قدر معدوم ہو گئی ہے کہ اُسکی بُو بھی باقی نہیں  
رہی۔ تعینات ہی میں وہ راحت پاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پوری آزادی میں پہونچنا گویا کالعدم  
ہو جانا ہے ع

برین عقل و دانش بیا بد گریست

چونکہ روح میں آزادی فطری ہے اس واسطے وہ تعینات میں کبھی سیر نہیں ہو سکتی۔ دورِ تناسخ  
سے رہائی اسی لیے تلاش کی جاتی ہے۔ چونکہ حکما موصوف دور ہیں انہیں اندازہ سمجھتے ہیں  
کہ دورِ تناسخ سے رہائی پاکر پوری آزادی کی تلاش باقی نہ رہے گی اور انانیت اعلیٰ میں روح  
مستغرق ہو جائیگی مگر یہ اُن کی خام خیالی ہے جب ہم پیاڑ پر چڑھتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ اُن  
حصہ کوہ پر پہونچنے سے جو پیش نظر منزل کی تکمیل ہو جائیگی مگر اُس پر پہونچتے ہی دوسرا حصہ  
پیاڑ کا شروع ہو جاتا ہے اور منزل کا اختتام نہیں ہوتا جب ہم سب سے اونچی چوٹی پر  
پہونچتے ہیں تب لطیف و پسندیدہ آب و ہوا کو میسر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب تک انسان  
میں کچھ بھی تعینات باقی رہتے ہیں تب تک روح کو پوری سیری اور سچی مسرت حاصل  
نہیں ہوتی۔ جب تک انسان پورا آزاد نہیں ہوتا حصولِ آزادی کی کوشش کرتا رہتا ہے

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

[illegible][illegible]

تو انسان کت ہوتا ہے ۵

پروے کو تعین کے دیول سے اٹھادے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہان کا

ادیشہ میں ایک اشلوک ہے جسکے سنی یہ ہیں کہ جیسے دریا اپنے نام اور روپ کو چھوڑ کر  
سمند میں داخل ہوتا ہے اسی طرح انسان کی روح کل تعینات سے مبرا ہو کر واسل  
ذات لائقین ہوتی ہے ۵

بد ریا قطرہ چون وصل شود ریاست و معنی

حباب و موج ہم آب اندیشگان این معمر را

اس بیان کے ختم ہونے کے بعد تیسرے صاحب نے کھڑے ہو کر حسب ذیل تقریر  
شروع کی -

اے سامعین باتمکین! آپ صاحبوں نے دو علماء کی دلچسپ گفتگو مکتی کے بارہ میں  
سنی غالباً اس سے آپ بہت محظوظ ہوئے ہوں گے میں ان دونوں صاحبوں کا تہ دل سے  
شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کے عالمانہ بیانات سے ہم کو بہت واقفیت و راحت حاصل ہوئی  
آپ صاحبوں نے مکتی کا ایک ایک جز بہت صحت کے ساتھ بیان کیا میں آپ صاحبوں کے  
یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں حضرات کے بیانات کا اس قدر حصہ قابل تسلیم ہے۔  
ایک ذات واحد ہر قسم کے تعینات سے مبرا و واجب الوجود ہر سہ زمانہ میں موجود ہے  
اس ذات لائقین میں ظہور کے وقت ایک مرکز انانیت نمودار ہوتا ہے۔ بلا انانیت  
پیدائش عالم ممکن نہیں۔ یہ وہ انانیت ہے جسکی روحانی تکمیل ظہور گذشتہ میں ہو چکی تھی اس  
انانیت کی قوت ارادی کے ذریعہ سے پیدائش عالم ہوتی ہے جسمین ارواح انسان کمال  
نسائی حاصل کر کے مراتب اعلیٰ کو پہنچتی ہیں پس جو انانیت اس عالم میں روحانی ترقی کے

[illegible]



اور دوسرے وقت عالم مطلق ہو کر سرور عین ہو جاتے ہیں مگر دونوں صورتوں میں تعینات سے متبرک رہتے ہیں۔

اس میں ایک ایسے قابل غور یہ ہے کہ انانیت اعلیٰ جو باعث تعین سمجھی جاتی ہے انکی وجہ یہ ہے کہ پردوں کی کثافت کے باعث ہم خودی کو بہت سی قیود کا سبب پاتے ہیں اور ہی سے اندازہ کرتے ہیں کہ انانیت حقیقی میں بھی کچھ قیود ضرور باقی رہتے ہوں گے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے جب شمع کی چمپی پوری صاف ہوتی ہے تو اسکی روشنی کی وہ قطعی مانع نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب انسان کے پردے پورے صاف ہو جاتے ہیں اور بجائے پردوں کے انانیت روح میں آجاتی ہے تب وہ صاف پردے سپر اند کے طور پر مکمل کے قطعی مانع نہیں ہوتے پس فردیت و انانیت کے ساتھ تعین لازمی نہیں۔ یوگیوں کی انانیت اعلیٰ صاف ستو گئی پردوں میں تعینات سے قطعی متبرک ہوتی ہے۔ انانیت اعلیٰ کا ہمو اس وقت تک قیاس نہیں ہو سکتا جب تک خودی دور نہیں ہوتی۔ جب خودی مٹ جاتی ہے اور انسان کو حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس وقت کی حالت کا اندازہ اس قید و گرفتاری کی حالت میں ہو ہی نہیں سکتا۔

بعض اصحاب کا یہ اعتراض ہے کہ جب تک روح میں فردیت باقی رہتی ہے تب تک دوئی نہیں ٹپتی اور جب تک دوئی باقی رہتی ہے تب تک نجات نہیں ہوتی یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ فردیت کی موجودگی میں بھی دوئی مٹ جاتی ہے جیسا کہ ادیشدرین مندرج ہے کہ جو شخص ہر جگہ آتا کو دیکھتا ہے وہ دوئی سے رہائی پاتا ہے۔ دوئی جہل سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ فردیت سے اور وہ پورے گیان ہونے پر دور ہو جاتی ہے۔ یکتی و نجات پورے گیان کو کہتے ہیں پورا گیان ہونے پر تعین و دوئی ایسی دور ہو جاتی ہیں جیسے



اسی روز اسی وقت ہر ہفتہ تا انتہام جاری رہیگا۔ سامعین کو چاہیے کہ وقت عین  
 پر آکر اس سے مستفید ہوں۔ اس کے بعد سوامی جی نے مجھے فرمایا کہ اب چلنا چاہیے  
 ایسی دماغی لذتوں میں بہت وقت صرف کرنا مناسب نہیں۔ جو اسون کے مزے  
 کی طرح یہ بھی ناپائدار ہیں لہذا منزل آئندہ کی فکر کرنی چاہیے۔ چنانچہ ہم دوسرے روز  
 عالم نگر سے چل دیے اور بہت سفر طے کر کے ایک روز ایک دروازے پر پہنچے  
 جو بند تھا۔

---

[illegible]

تہذیب و تمدن کے لیے

[illegible][illegible]

ایمانی سبب از انجا

سید احمد رضا خان

۷۰ ترجمہ

[illegible]

ਅੰਗਰੇਜ਼ੀ ਵਿਚ ਕਹਿੰਦੇ ਹਨ।

سپین

کچھ درجہ بذریعہ ترک شانتی حاصل ہے۔ ایک خصوصیت یہاں کی یہ ہے کہ خطرہ پریشانی  
 اس بستی میں انتہا درجہ کی میوب سمجھی جاتی ہے۔ کتنی ہی مکلیت ہو مگر اسکو صبر سے برداشت  
 کرنا اور اسکا اصلاحی اثر ہونا یہاں کی تہذیب ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے ذہنی نظام بھی  
 لازمی سمجھا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ حتی المقدور کوئی دوسرے کام ہون منت نہیں ہونا چاہتا جو کچھ  
 اس سے دوسروں کی امداد ہو سکتی ہے بخوشی کرتا ہے مگر آپ کسی کامنوں ہونا ہرگز ہرگز  
 نہیں پسند کرتا۔ سوم فرائض منصبی کا کمال اتنا ادا کرنا یہاں کا مذہب ہے اور ہر شخص اپنے  
 ادائے فرائض منصبی میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ معمولی آدمی نہیں سمجھ سکتا کہ وہ دراصل  
 اندر سے کس قدر آزاد ہے۔ چارم یہاں نمایاں فقر کی عزت نہیں کی جاتی۔ باطنی فقر ترک جسکا  
 ذکر لبوں تک نہ آئے قابل تحسین سمجھا جاتا ہے پنجم دل بیار دست بکار یہاں کے باشندوں کا  
 دستور العمل ہے ہشتم باشندگان شانتی پور کے خیالات کلام و افعال سچائی پر مبنی ہوتے ہیں  
 چاہے جان جاتی ہے مگر سچائی کو نہ چھوڑیں گے۔ ہفتم تحصیل علوم ظاہری و باطنی اور اپنے  
 پورا عمل درآمد یہاں کا مذہب ہے فضول بحث و مباحثہ و بیکار عمل یہاں نظر تحقیر سے دیکھے  
 جاتے ہیں۔ یہ شہر تین محلوں۔ دھرم نگر۔ دیانگر۔ پریم نگر سے آباد ہے۔ دھرم نگر میں وہ ضابطہ  
 شخص رہتے ہیں جو افعال ناجائز کے ہرگز مرتکب نہیں ہوتے۔ اپنے فرائض منصبی کو پورا ادا  
 کرتے ہیں اور قلع ذاتی کو ان کے پاس نہیں آنے دیتے۔ دیانگر میں وہ پریم شخص بود و باش  
 کرتے ہیں جو ہمہ تن دوسروں کی بہتری و بہبودی میں مصروف رہتے ہیں۔ پریم نگر میں وہ نیک  
 و پاک دل انسان رہتے ہیں جو سرایا محبت اور ہمدردی ہیں اور بذریعہ بیخ کنی خودی و دلی کو  
 دل سے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب میں ایک ہی آتما دیکھتے ہیں اور سب سے سچی  
 محبت کرتے ہیں۔ آپ جانیے اور بستی میں چند روز قیام کیجیے تاکہ آپ میں قابلیتِ روحانی

[illegible]

است و از آنجا که این کتاب در دسترس  
است و از آنجا که این کتاب در دسترس

[illegible]

مندرجہ ذیل جائز ہے۔ شانتی پور ایک بلند پر فضا پہاڑ پر واقع ہے۔ ہر چار طرف خوشنما پہاڑ سبز سے پر ہیں جا بجا بہترین چشمنے جاری ہیں اور بوجہ بلندی کو سون تک چلنے پر بہ روایت ہے کہ ہمارا ج یہ ہشر نے یہاں کی قدرتی فضا و عمدہ آب و ہوا کی وجہ سے گرد و نواح کے کل پہاڑوں میں سے اس مقام کو کسی وقت تپ کرنے کے لیے پسند کیا تھا اور ان کے ہمراہ اجن وغیرہ چاروں بھائی درویدی و گنتی و دیگر چند اشخاص آئے تھے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کیا تھا ان کو یہاں بہت تسکین و شانتی حاصل ہوئی تھی۔ لہذا انھوں نے اس مقام کا نام شانتی پور رکھا بعد کو یہ جگہ آباد ہو کر ایک پُر فضا بستی ہو گئی ہنوز ان کے تپ و شانتی کا اثر یہاں پایا جاتا ہے۔

اس سرزمین میں ہے اثر روح پروردی

آب و ہوا یہاں کی محبت سے ہے بھری

جو شخص یہاں ایک مرتبہ بھی آجاتا ہے وہ اُسکو محسوس کرتا ہے۔ پانی شیرین و مفرح و صاف ہے۔ اکثر امراض صرف یہاں کے پانی سے جاتے رہتے ہیں۔ ہوا لطیف و خوشگوار و صحت بخش ہے۔ چونکہ اکثر مکانات کے متعلق پائین باغ ہیں لہذا ان میں بھیتی بھیتی خوشبو آتی ہے جو بہت تازگی بخش ہوتی ہے۔ اس پُر فضا مقام میں چند روز کا قیام انسان کو سرخ و سفید اور مطمئن و بشاش کر دیتا ہے۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو یہاں کی بود و باش نصیب ہوتی ہے۔ برفستان کے پہاڑ بھی یہاں سے نظر آتے ہیں کہ جن کی بلندی و صفائی دیکھ کر قدرت کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے اور صالح حقیقی کی صفت کا ماہ نظر آتی ہے۔ جیسے دل میں کسی اعلیٰ مرتبت سادھو کے پاک و صفا قلب کو دیکھ کر خوشی و تقظیم پیدا ہوتی ہے اسی طرح برفستان کے پہاڑوں کو دیکھ کر ان کی

3 د ا a

ا a

ا a

ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا a

ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا a

ا ا ا ا ا ا ا a

ا ا ا ا ا ا a

ا ا ا ا ا a

ا ا ا ا a



راستے کو مختلف ہون منزل مقصد ہے ایک

انڈا ہندو مسلمان و عیسائی باہد گر بلا تعصب کتھا اور وعظ میں شریک ہو کر انکی تعلیم سے  
 مستفیض ہوتے ہیں۔ ان مقامات کا آپ ضرور ملاحظہ کیجیے۔ بعد کو بشرط فرصت دریا کی سیر  
 کیجیے۔ وہ مقام بھی بہت پُر فضا اور خوش منظر ہے۔ بعد ازاں آپ یہاں کے باشندوں سے  
 ملاقات کیجیے۔ محض بیرونی اشارے دیکھنے سے آپ باشندگان کی اندرونی حالت نہیں  
 سمجھ سکتے۔ اکثر سیاح ملکوں کی سیر کرتے ہیں اور چند روز اُنکے بیرونی حالات دیکھ کر وہاں کے  
 باشندوں کی تاریخ لکھتے ہیں۔ مگر یہ تاریخ کبھی قابل اطمینان نہیں ہوتی ہے کیونکہ انکو باشندگان  
 ملک کی حالت باطنی سے واقفیت نہیں ہوتی۔ لہذا آپ یہاں کے باشندوں سے مخفی  
 باطنی ہو کر ملیے تو آپ کو یہاں کی اصلی کیفیت معلوم ہوگی۔ یہاں معمولی طور پر آپ انہما دینداری  
 کم پائیے گا مگر کچھ عرصے تک قیام کرنے سے آپ پر واضح ہوگا کہ سچی اندرونی دینداری یہاں  
 کے باشندوں میں ہے۔ آپ بمقابلہ اور بستیوں کے مندر و مسجد یہاں بہت کم پائیں گے مگر سچائی  
 کا برتاؤ۔ ایمانداری کا بیوہار۔ اکل حلال۔ ادا و نواہی کی پوری پابندی۔ فرائض منصبی کا پورے  
 طور سے ادا کرنا۔ اپنے ہمجنسوں سے سچی محبت اور اُن کی امداد و تکالیف مصائب میں مستقل  
 مزاحمت۔ ان سب کو یہاں کے باشندے عبادت کا جز سمجھتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں۔

گر ز سر معرفت آگہ شومی

لفظ بگداری سوئے منی روی

میں نے منتظم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اُن سے رخصت ہوا۔

دوسرے روز صبح کو قریب آٹھ بجے کے میں کالج میں پہنچا۔ بستی کے باہر ایک وسیع احاطہ  
 تھا کہ جبین عمدہ باغ لگا ہوا تھا۔ اس باغ میں سات عالیشان کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

جرمانے کی ضرورت نہیں ہوتی جب کوئی طالب علم اپنا کام نہیں کرتا یا کبھی اتنا غفلت تہذیب حرکت کرتا ہے تو مدرس صرت اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہم تمہارے والدین کو اسکی اطلاع کریں گے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم اپنے قصور کی معافی مانگتا ہے اور آئندہ کو اس سے پرہیز کرتا ہے۔ جب دوبارہ ایسی حرکت کرتا ہے تو اسکی اطلاع اُسکے والدین کو کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کے مان باپ بہن بھائی دوست اور ہمسائے اُسکو اس نظر عقیر سے دیکھتے ہیں کہ اُسکی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ جب سے میں پرنسپل ہوا ہوں جسکو عرصہ قریب دس سال کے ہوا صرف ایک مرتبہ والدین سے کہنے کی نوبت پہونچی ہے۔ مدرس طلباء کا رجحان دیکھ کر اُن کو جس چیز کے لیے موزوں سمجھتے ہیں تعلیم دیتے ہیں۔ لہذا ہر طالب علم اپنے میلان طبع کے مطابق تعلیم پاتا ہے اور اکثر اپنے مرغوب طبع مضمون میں کامیابی حاصل کرتا ہے جن کی رغبت علوم کی طرف کم ہوتی ہے اُن کو فزوں سکھائے جاتے ہیں۔ سولہ برس کی عمر سے طلباء ریہان لیے جاتے ہیں۔ آٹھ برس کی عمر تک وہ والدین سے تعلیم پاتے ہیں بعد کو کسی چھوٹے مدرسے میں پڑھتے ہیں۔ سولہ برس کی عمر سے یہاں آتے ہیں اور عموماً پچیس برس کی عمر تک پڑھتے ہیں۔ بعد کو شادی کر کے گھر مست آشرم کرتے ہیں بعض صاحب زیادہ عرصہ تک بھی حسب دلخواہ تعلیم پاتے رہتے ہیں تعلیم نسوان اُن میں سے ہوتی ہے جو عورتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ سولہ برس کی عمر میں عموماً لڑکیوں کی تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔ بعد کو اُنکی شادی ہوتی ہے۔ تعلیم یہاں جبریہ ہے سب لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں۔ اخراجات تعلیم چندہ سے ادا ہوتے ہیں۔ شانتی پور کے باشندے علم کے ایسے شائق ہیں کہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی کتب بینی اُن سے نہیں چھوٹی۔ مرد و عورت اکثر بعد تعلیم اسکول و کالج جب نصرت پاتے ہیں پڑھتے رہتے ہیں اور اکثر اس تعلیم مابعد کے ذریعہ سے



عام لوگوں کے خلاف اسے عیش و عشرت سے بھی نفرت ہے اور اس قدر خلوت پسند ہے کہ اس کو بھی خیر نہیں کہ عالم میں کیا ہو رہا ہے جب یہ حالت ہے تو سلطنت کا کاروبار اُس کیونکر چل سکے گا۔ غرض جس طرح بنے اُس کے طرز زندگی کو بدلنا چاہیے کہ تعلقات دُنیا سے اُس کا دل وابستہ ہو جائے اور بجز بات کے ذریعہ سے اُس میں قوتِ میسر پیدا ہو تاکہ اُسے انتظامِ سلطنت کی قابلیت حاصل ہو۔ ایک زیرِ باتِ میر نے عرض کیا اجازت ہو تو غلام ایک تجویز پیش کرے۔ بادشاہ نے اجازت دی اور وزیر نے عرض کیا حضور شہزادے کو سیرِ تماشا کے واسطے مالکِ غیر میں بھیجنا چاہئے تاکہ مختلف ملکوں کے سفر سے اُس کی آنکھیں کھلیں جب دُنیا کا رنگ دھنگ دیکھیں گے رنج و راحت سے اُن کا دل آشنا ہو گا تو طبیعت میں تیزی اور دماغ میں قوت بھی پیدا ہوگی حضور نے سنا ہو گا۔

گر معدنِ صدق سے نکلتا نہیں گہر	جو ہر سے اُس کے حُسن کے ہوتی کسے خیر
رہتے سدا جو کان ہی میں بند سیم و زر	ہرگز نہ چشمِ شوق سے پھر دیکھتے بشر

رتبہ یہ سب جو فعل و گہر سیم و زر کا ہے	پکیٹ لکھنوی
دیکھا جو غور سے تو یہ صدقہ سفر کا ہے	

یہ تدبیر بادشاہ اور سب وزراء و اراکینِ سلطنت کو پسند آئی اُن کی صلاح سے بادشاہ نے چند عاقل و دانا مصاحب ہمراہ کر کے شہزادے کو ایک جہاز میں سوار کر کے سیرِ سفر کو روانہ کیا اور مصاحبوں سے تاکید کر دی کہ بڑی داناتی و احتیاط کے ساتھ شہزادے کو مختلف مقامات کی سیر کرانا اور جب اُس میں اُنس و محبت کا مزہ پیدا ہو جائے تو رُوا میں لانا اُٹھنا راہ میں جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور شہزادہ ایک تختے کے سہارے بہتا ہوتا ایک جزیرے کے کنارے جا پونچا۔ وہاں کے باشندوں نے اُس کی خرابِ خسہ حالت دیکھی



یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے  
دل غم اور میری چھاتی ہے  
جی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہے  
اب جدائی تری ستاتی ہے

آتش عشق جی جلاتی ہے  
تو ہے اور سیر باغ ہے ہر وقت  
کچھ مناسب نہیں ہے کیا کیئے  
نیک خبر لے کہ ہر گھڑی ہم کو

درد اس کو بھی دیدہ کر لیجیے  
نوجوانی یہ مفت جاتی ہے

جو نیک عشق صادق تھا بے اثر نہ رہا اور عیش کے دل میں بھی آزاد کی محبت پیدا ہونے لگی  
ایک دن اتفاقاً تنہائی میں عیش کا سامنا ہو گیا۔ اپنی جان پھیل کر قریب گیا اور اپنا درد  
دل ظاہر کرنے کے لیے ایک آہ کھینچ کے یہ شعر پڑھ دیا۔

آرے پر سیم و زر ہم کس بندہ پیشوند  
مابندہ تو ایم کہ بے زر خریدہ

اتنا سنا تھا کہ عیش نے بگڑ کر کہا اے غلام تیری اتنی مجال ہوئی کہ میرے سامنے ایسے  
کلمات زبان سے نکالے۔ آزاد قدموں پر گر پڑا اور زار و قطار روئے لگا۔ یہ جوش عشق  
دیکھ کر عیش کا دل قابو سے جاتا رہا بے اختیار زمین سے اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ اب  
ازاد کی ستر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چند روز بعد عیش نے اپنے والدین کو آزاد کے  
ساتھ شادی کر دینے پر رضامند کر لیا اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ دوست  
اجاب نے شادی کی خوشی میں دوٹھا دوٹھن کو مبارکباد دی۔ سچتہ تحائف بھیجے اور کچھ  
دنوں بڑے عیش و عشرت میں گذری۔ چند روز میں ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام  
مزدود رکھا گیا۔ مرزا مزدود کے پیدا ہوتے ہی انواع و اقسام کی تکلیفیں شروع ہوئیں





## ظطان و بیجان رہتا رہا عی

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل ریجان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد	می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

اُدھر عیش کی بھی حالت ابتر تھی۔ مرزا اندوہ کے پیدا ہونے کے بعد سے برابر بیمار و مغموم رہتی تھی۔ ایک روز آزاد نے عیش سے پوچھا تم کیون مغموم رہتی ہو۔ تمہارا وہ حسن و جمال ناز و قسم کہاں گیا عیش نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا جس دن سے اندوہ پیدا ہوا ہے مصیبت کی ایک زبردست گھٹا مجھ پر چھا گئی ہے۔ کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ تمہیں بھی تو اپنے سے زیادہ مغموم پاتی ہوں اس کا کیا سبب ہے۔ آزاد نے اُسے سمجھایا کہ دنیا کی تغیر پذیر ایشامیں خوشی نہیں ہو سکتی۔ راحت دائمی اُسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں تبدیلی نہ ہو۔ ہماری روح کو بقا و دائمی حاصل ہے لہذا اُسکو اس عالم عارضی میں کیونکر تسکین ہو سکتی ہے رہا عی

یہ عشرت و عیش و کامرانی کب تک	ہو یہ بھی اگر تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی ہی قیام دولت ہر حال	اور یہ بھی ہو تو زندگی کب تک

عیش نے کہا یہ تمہارا محض وہم و خیال ہے۔ ازلی راحت ایک خیالی ڈھکوسلا ہے موجودہ سرت کو ایک خیالی راحت کے لیے چھوڑنا بعید از عقل ہے۔ یہ سن کر آزاد خاموش ہو گیا اور ہمیشہ اس جستجو میں رہنے لگا کہ گھر کا کچھ بچہ چلے اور وطن جانے کی کوئی تدبیر ماٹھا آئے اتفاقاً ایک روز ایک سادھو سے ملاقات ہو گئی اور اُسکو اپنا دکھ درد کہہ سنایا۔ سادھو اُسکے وطن کی کیفیت اُس سے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے والد بزرگوار کو تمہارے دیار کی ایسی ہی آرزو ہے جیسی تلوگوانکی قدمبوسی کی تمنا ہے۔ وطن کا حال بیان کرتا ہے ٹھیک پتر دیتا ہے اور جلسے کی تدبیریں بتلاتا ہے۔ آزاد کا ذوق و شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ اُس دن سے

۱۔ اے اللہ تعالیٰ! میں نے اپنے لیے  
 ۲۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۳۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۴۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۵۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۶۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۷۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۸۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۹۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے  
 ۱۰۔ اور اپنے لیے اور اپنے لیے اور اپنے لیے

[illegible]

جس میں قانون مال بھی شامل تھا جاری تھا تاکہ اور قانون فوجداری نہ تھے کیونکہ مقدمات فوجداری یہاں نہ ہوتے تھے۔ شانتی پورا انتخاب جرائم سے مبرا تھا ہر کہ وہ قانون دیوانی مال سے واقف تھا اور اپنے مقدمات کی پیروی بخوبی کر لیتا تھا جس وقت میں عدالت میں پہنچا اس وقت یہ دیکھ پ مقدمات اجلاس پنچان میں پیش تھا۔

## عرضی دعویٰ

مقدمہ دیوانی نمبر فالان سنہ فالان

بدالت پنچان شانتی پور

مسافر بابائی زوجہ پنڈت دیارام قوم رہیں عمر تھینکا ۶۰ سال ساکن محلہ دیانگر شانتی پور رعیتہ بنام

سنو کھ سنگھ ولد دھیرج سنگھ قوم ٹھاکر عمر تھینکا ۷۰ سال ساکن محلہ دھرم نگر شانتی پور مدعا علیہ مدعیہ حسب ذیل عرض پرداز ہے

(۱) یہ کہ مدعا علیہ مذکورہ ایک کٹورا جو رنگ آلود تھا اور بادی النظرین پیتل یا تانبے کا ساوم ہوتا تھا مدعیہ مذکورہ صدر کے پاس لایا اور بیان کیا کہ یہ پڑانا کٹورا میرے دادا کے وقت کا ہے اور اب میں اسکو فروخت کرنا چاہتا ہوں مدعیہ نے اسکو تانبے یا پیتل کا سمجھ کر بالعوض آٹھ آنہ کے خرید کیا۔

(۲) یہ کہ جب مدعیہ نے وہ کٹورا گھس کر صاف کیا تو وہ سونے کا نکلا۔ اسپر مدعیہ نے مدعا علیہ سے کہا کہ جو کٹورا تم نے آٹھ آنے کو پیتل یا تانبے کا سمجھ کر میرے ہاتھ فروخت کیا وہ صاف ہونے پر سونے کا نکلا لہذا میری قیمت مجکو واپس کرو اور اپنا کٹورا تم واپس لو۔

تو ای که در این عالم هستی و آنکه در آن نیستی

٧٦

بسم الله الرحمن الرحيم

အနောက်တောင်ဘက်

ستاره‌های خجسته و ترکیه‌ای

مجلس سبکدوشی و تشریح کتب معتبره

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

ਗੁਰਮਤਿ ਗੁਰਮਤਿ

ਅੰਤਰਿ ਭਗਤਿ ਭਗਤਿ ਭਗਤਿ ਭਗਤਿ

۱- حضرت علیؓ: کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے

[illegible][illegible]

(۵)

အိန္ဒိယ-မြန်မာ

(၈) ချစ်သူမိန်းမတို့၏ အချစ်အရည်အသွေးကို မြှင့်တင်ပေးရန် အတွက်

— آفریننده، که

[illegible]

مدعا علیہ حسب ذیل عرض پر داز ہے

- (۱) مضمون دفعہ ۱ عرضی دعوی تسلیم ہے۔
- (۲) مضمون دفعہ ۲ عرضی دعوی تسلیم ہے۔
- (۳) مضمون دفعہ ۳ عرضی دعوی تسلیم ہے
- (۴) مضمون دفعہ ۴ عرضی دعوی تسلیم نہیں ہے
- (۵) مدعیہ دادرسی مندرجہ عرضی دعوی کی مستحق نہیں ہے۔

عذرات مزید

(۶) کٹورا مذکورہ عرضی دعوی ملکیت مدعیہ ہے۔ مدعیہ نے اُسکو بالعوض اٹھ آٹھ خرید کیا اور مدعیہ بوجہ مالک ہونے کے کٹورا مذکور کے واپس دینے کی مستوجب نہیں ہے پیتل یا تانبے یا سونے کے کٹورے کی کچھ بحث نہیں ہے۔

میں مدعا علیہ تصدیق کرتا ہوں کہ مضمون مندرجہ  
دفعات بیان تحریری ہذا میرے علم و یقین  
میں صحیح ہے۔

مقام تصدیق محلہ درم نگر شہر شانتی پور

مورخہ فلان سنہ فلان

دستخط سندھو سنگھ بکلم خود

عربی سندھو سنگھ ولد دھیرج سنگھ قلم نگار ساکن محلہ درم نگر شہر شانتی پور موضع تارنج فلان سنہ فلان

تفتیح

آیا مدعیہ مستوجب واپس دینے کٹورے کی اور مستحق واپس پانے اٹھ آٹھ زر قیمت کی ہی یا نہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

اس مقدمہ کے بعد دوسرا چپ مقدمہ پیش ہوا۔

## عرضی دعویٰ

مقدمہ دیوانی نمبر فلان سنہ فلان

بعدالت پنچان شانتی پور

منشی خوشوقت رائے ولد منشی خوشحال رائے قوم کا ایسہ عمر تھینا ۷۷ سال ساکن محلہ دھرم نگر  
شہر شانتی پور مدعی

بنام

میرعرفت علی ولد میر طرقت علی قوم سید عمر تھینا ۶۸ سال ساکن محلہ دیا نگر شہر شانتی پور مدعا علیہ  
مدعی حسب ذیل عرض پر داز ہے۔

(۱) یہ کہ مدعی نے ایک منزل جوہلی واقع محلہ دیا نگر شہر شانتی پور نمبر سی ۶۸ بذریعہ بیعنامہ  
مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان میر طرقت علی ولد میر شریعت علی صاحب مرحوم والد میر عرفت علی  
مدعا علیہ مذکور الصدر سے عرصہ قریب پچاس سال کے ہوا خرید کی۔

(۲) یہ کہ مکان مذکور بہت بوسیدہ ہو گیا تھا لہذا مدعی نے اسکی تعمیر از سر نو شروع کی بوقت  
انہدام دیوار جنوبی بچیت کے ایک تانبے کا کلسہ جبکہ کٹمنہ تانبے کے پتر سے ڈھکا تھا برآمد  
ہوا اسکے کھولنے پر مبلغ دس ہزار دینار سکھ مروجہ اُس مین نکلے۔

(۳) یہ کہ مدعی نے فوراً ایک خط مدعا علیہ مذکور کو بتاریخ فلان سنہ فلان لکھا کہ آپ  
اپنی امانت منگوا لیجیے۔

(۴) یہ کہ مدعا علیہ نے مال برآمد شدہ کے لینے سے انکار کیا۔

۱۰۰

(1) ସମସ୍ତ ଶିକ୍ଷାଗ୍ରାମୀଣଙ୍କୁ

[illegible]

(4) ଜିଲ୍ଲା ମୁଖ୍ୟ ଅଫିସରଙ୍କ ସମ୍ମାନ

(1) संज्ञासमवायिनिर्वाहः

[illegible]

وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا اور جس نے اسے دیکھا ہے

ਸ੍ਰੀ ਗੁਰਮਤਿ ਸਤਿਗੁਰ

ਜਗਤੀ ਕੀ ਪ੍ਰਤੀਕਾ

١٠٠

والتیہ لکھ کر تہاں لکھ کر دیا کہ

نہایت محبت و مروت کے ساتھ

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين

۱- نشانی است که در آنجا قرار دارد

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

— ۹۰ —

— ५५ —

[illegible]



ہر گاہ ایک منزل حویلی پنجنہ نمبری ۴۷۸ واقع محاذ دھرم نگر ملکیت موروثی منقرض  
 اب چونکہ منقرض حویلی مذکور فروخت کرنا منظور ہے۔ لہذا بحالت صحت نفس  
 بضاعت و غنیمت خود حویلی مذکور کو بیست منشی خوشوقت لائے و لذت منشی خوشحال  
 قوم کا بیست ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور بالعیض مبلغ ایک ہزار روپیہ  
 سکیم وجہ کہ نصف جسکے مبلغ با بیچ سو روپیہ ہوتے ہیں مع جمیع حقوق  
 داخلی و خارجی موجودہ وقت مع اور جو بعد بیچ پیدا ہوں فروخت و بیع  
 کی اور زرقن تمام کمال وصول پایا۔ اب منقرض اور وارثان قائم مقامان  
 منقرض کسی قسم کا حق بابت حویلی مذکور مبیعہ کے باقی نہ رہا اور مشتری مذکور  
 مالک کامل مثل ذات منقرض خدا خواستہ اگر کوئی دعویٰ یا نسبت حویلی  
 مذکور پیدا ہو تو دعویٰ اسکا باطل ہوگا اور اگر کسی قسم کا نقصان بہت مکان  
 مذکور مشتری موصوف کر ہو چکے تو ہوا خردہ اسکا ذمہ منقرض ہوگا۔ لہذا یہ چند  
 کلمے بطریق بیعنامہ لکھ دیے کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آوے  
 المرقوم تاریخ فلان سنہ فلان

نقل خط مدعی مورثہ تاریخ فلان سنہ فلان

کرم فرمائے میں میر عرفیت علی صاحب زادہ خنایہ پند تسلیمات عرض یہ ہے کہ ایک منزل حویلی  
 پنجنہ نمبری ۴۷۸ واقع محاذ بانگر آپ کے والد بزرگوار میر طریقت علی صاحب مرحوم نے میرے ہاتھ  
 بالعیض مبلغ ایک ہزار روپیہ بیچ کی کہ جسکو عرصہ قریب پچاس سال کے ہوا نقل بیعنامہ واسطے  
 لاحقہ اجناس ہر شے خط ہذا ہے اب تک اس مکان میں ایک کراہیہ دار رہتا تھا چونکہ وہ

عرفیت علی ولد میر عرفیت علی  
 بقلم خود

دیارام ولد کرم دیارام قوم ہاشم ساکن  
 محلہ دیارام کرم خود

میرزا علی ولد میر عرفیت علی ساکن محلہ  
 دیارام شہر شانتی پور دیارام خود



مدعا علیہ مذکور حسب ذیل عرض پر دائر ہے

- (۱) مضمون عرضی دعویٰ دفعہ تسلیم ہے۔
- (۲) مضمون عرضی دعویٰ دفعہ تسلیم ہے۔
- (۳) مضمون عرضی دعویٰ دفعہ تسلیم ہے۔
- (۴) مضمون عرضی دعویٰ دفعہ تسلیم ہے۔
- (۵) مضمون عرضی دعویٰ دفعہ تسلیم ہے۔
- (۶) مدعی داد رسی مندرجہ عرضی دعویٰ کا مستحق نہیں ہے

### عذرات مزید

- (۷) یہ کہ پیر مدعا علیہ نے مکان متذکرہ دفوعہ عرضی دعویٰ مع جمیع حقوق داخلی و خارجی جو بروقت بیع موجود تھے اور جو بعد بیع پیدا ہون بہت مدعی فروخت کیا اب مدعا علیہ کو کسی قسم کا حق درباب مکان مذکور یا کسی شے کے جو مکان سے تعلق رشتی ہو حاصل نہیں ہے لہذا دعویٰ مدعی خارج فرمایا جاوے۔
- میں مدعا علیہ تصدیق کرتا ہوں کہ مضمون مندرجہ دفعات بیان تحریری ہذا میرے علم و یقین میں سمجھ ہے۔

مقام تصدیق محلہ دیا نگر شہر شانتی پور  
مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان  
دستخط معرفت علی بقلم خود

عرضہ  
مدعی معرفت علی ولد طریقت علی قوم سید ساکن محلہ دیا نگر شہر  
شانتی پور موضعہ تاج فلان سنہ فلان



اس مقدمے کے ختم ہونے پر میں مکان واپس آیا۔

دوسرے روز میں دیا نگر کا شفا خانہ دیکھنے کو گیا۔ ایک عظیم الشان عمارت تھی۔ ایک وسیع کمرے میں دو اخانہ تھا ایک بڑا بیماری اسپتال مریضوں کے لیے بنا ہوا تھا جبین ہر قسم کا سامان آسائش مہیا تھا۔ ایک کمرے میں لائق اطباء شانتی پور کے مریضوں کو دیکھا اور ان کے امراض کی تشخیص کر کے بنورنسٹ لکھتے تھے اور دو اخانے سے مریضوں کو نسخہ کے بموجب دوا ملتی تھی۔ جن مریضوں کو ضرورت شفا خانہ میں رہنے کی ہوتی تھی انکو اسپتال میں بارام تمام رکھا جاتا تھا اور انکی بہت نگرانی کی جاتی تھی۔ لائق اطباء مدرسہ طب میں تعلیم پائے ہوئے جو ایک ایک جزو بدن کی تشریح و علاج میں کامل تھے یہاں معالج تھے۔ بقدر ضرورت تنخواہ دیتے تھے اور بڑی محنت و ہمدردی سے علاج کرتے تھے مریضوں کے مکان پر اوقات شفا خانہ کے بعد بلا انیس جاتے تھے اور علاج کرتے تھے اور اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے تھے کہ ان کو اپنے بنیادیوں کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ ایک بات یہاں کے شفا خانے میں عجیب و غریب تھی کہ اطباء شانتی پور کو عجیب پر تاثیر بوٹیوں سے واقفیت تھی۔ ایک ایسی بوٹی معلوم تھی کہ جسکو سیں کو زخم پر باندھنے سے وہ ایک دن میں بھر جاتا تھا۔ کیسی ہی ٹوٹی ہوئی ہو۔ اُس بوٹی سے ایک دن رات میں اپنی اصلی حالت پر آجاتی تھی اور بہت سی بوٹیاں ایسی بھی معلوم تھیں کہ جن سے مریضوں کو بہت جلد شفا ہوتی تھی جب کسی کو کوئی سخت مرض لاحق ہوتا تھا تو کئی اطباء کو علاج کرتے تھے اور اکثر شفا دینے میں کامیاب ہوتے تھے۔ اکثر تو باشندگان شانتی پور بیمار ہی کم ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ بڑے محتاط تھے اور تشویش و تفکرات سے مبرا تھے۔ اگر اتفاقاً کبھی بیمار بھی ہوتے تھے تو یہاں کے طبیب حاذق اپنی پر تاثیر بوٹیوں سے انکو بہت جلد صحیح و سالم بنا دیتے تھے۔ لہذا مصائب بیماری شانتی پور میں بہت کم تکلیف

[illegible]



[illegible][illegible]



مقتصر و پیداکرتا ہے۔ دیکھیے بجلی کی قوت کیسی زبردست ہے کہ جس مکان پر بجلی گرتی ہے اسکو خاک سیاہ کردیتی ہے مگر علم طبیعی کا جاننے والا بجلی کا تار لگا کر مکانوں کو بجلی سے محفوظ کرتا ہے اور بجلی سے ریل تار وغیرہ صد ہا قسم کی خدمات لیتا ہے اور جاہل و بوجہ عالم اُس سے صد ہا قسم کے محالیت اٹھاتا ہے۔

کرتے ہیں آگ پانی بھی کیا خدمت بشر	تو سن اگر دخان ہے تو بجلی پر سیاہ
عقل اپنی کیوں کر شمع و روپ سے دنگ ہے	اعجاز علم سے یہ طلسم فرنگ سے

جس قدر علوم طبیعی کی ترقی ہوتی ہے اُسی قدر انسان ان قوانین مستحکم سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بجائے غلام ہونے کے اُن کے آقا بن جاتے ہیں، لہذا استحکام قوانین حق رہتا رہی قدرت و آزادی کا ذریعہ ہے نہ کہ مجبوری و ناچارسی کا سبب۔

(جس طرح قوانین مادی مستحکم و ناقابل تغیر ہیں اسی طرح قوانین کرم بھی مستقل و مستحکم ہیں انسان اس عالم میں عموماً تین اجسام کے ذریعہ سے کام کرتا ہے۔ اول جسم کثیف جس کے ذریعہ سے گل افعال ظاہری ہوتے ہیں۔ دوم جسم لطیف جس کے ذریعہ سے گل خواہشات انسانی ظہور کرتی ہیں۔ سوم کارن شریر جس کے ذریعہ سے انسان کے خیالات کا ظہور ہوتا ہے۔ ان تینوں قسم کے کرم کے متعلق جو قوانین ہیں وہ ایسے ہی مستقل و مستحکم ہیں جیسے کہ قوانین مادی ہیں۔

قبل اسکے کہ ہر قسم کے افعال کی تشریح کیجاوے اس قانون قدرت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ ہر فعل اپنی تکرار کی طرف میلان رکھتا ہے یعنی اپنا اعادہ چاہتا ہے جو فعل جسمانی یا دماغی انسان ایک مرتبہ کرتا ہے دوبارہ اُس کے کرنے کی اُس میں تغیر و تحریک پیدا ہوتی ہے اور دوبارہ سے دوبارہ اور اسی طرح آہستہ آہستہ عادات بنتی ہیں۔

۱۴۴۴

۱  
 ۲  
 ۳  
 ۴  
 ۵  
 ۶  
 ۷  
 ۸  
 ۹  
 ۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

(۱) - مزید یہ کہ جیٹو

[illegible]

کچھ فاصلے پر شیخ کی جانب دریا میں ایک رشی کچھ عرصے سے کھڑے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ شاید ننگے ہیں لہذا پانی سے شرم کے مارے نہیں نکلتے۔ درود پڑھی جی نے توڑا اپنی ساری میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر بہا دیا۔ رشی جی اُسکو بہن کر باہر نکلے اور دعا دی کہ جیسے تو نسیری لاج رکھی ایشور تیری لاج رکھے۔ چنانچہ جب پانڈوؤں اور کوروؤں کی سبھای میں دو سائیں دروپدیا جی کی ساری کھینچی اور اُن کو تنکا کرنا چاہتا تو انھوں نے سری کشن جی ہمارا لکھ کو یاد کیا ہمارا لکھ نے اُس ساری کو اسقدر بڑھا دیا کہ دو سائیں جس میں دس ہزار ہاتھی کا بل تھا کھینچتے کھینچتے تھک گیا اور ساری ختم ہوئی۔

دس ہزار گج بل تھکو گھٹون گج بھر حیر

روایت ہے کہ ایک مسافر ایک تھانے میں شام کو پہنچا اور داروغہ سے بیان کیا کہ میں تھکا مائدہ مسافر ہوں کچھ روپیہ بھی میرے پاس ہے براہ عنایت آپ رات بھر کے لیے مجھ کو رہنے کی اجازت دیجیے تاکہ میں چوروں وغیرہ سے محفوظ رہوں داروغہ صاحب نے بہت مہربانی سے فرمایا کہ آپ یہاں شوق سے ایسے کسی طرح کا کھٹکا آپ کو ہوگا اطمینان رکھیے یہ کہ ایک کانسٹیبل سے کہا کہ ایک چارپائی فلان درخت کے نیچے ڈال دو جس پر لالہ سورہن چنانچہ اُس چارپائی پر وہ لالہ سورہن۔ مگر روپیہ کی وجہ سے کھٹکا لگا رہا نہیں نہ آئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اُس نے سنا کہ داروغہ کانسٹیبل سے آہستہ سے کہہ رہے ہیں کہ جب یہ مسافر سو جاوے تو اُسکو مار کر دریا میں پھینک دو اور اُسکا روپیہ لیلو۔ کانسٹیبل نے کہا کہ حضور ایسا ہی ہوگا تھوڑے عرصے کے بعد اندھیرے میں آہستہ سے لالہ حفاظت جان مال کے لیے اُس درخت پر جکے نیچے سوتے تھے چڑھ گئے جب بہت رات گزری تو داروغہ صاحب گشت سے واپس آئے اور تھکے ہوئے اسی چارپائی پر سو رہے جس پر مسافر سو یا تھا۔ جب وہ خراٹے لینے لگے تب سپاہی نے اُنکو



ہست جنوں میں تکمیل روحانیت کے ذریعہ سے مرتبہ عرفان کو پہنچتے ہیں۔ اس انسان اپنی قسمت آئندہ اپنی خواہشات حالات کے ذریعہ تعمیر کرتا ہے۔ خواہشات نیک سے تعمیر خوشنما ہوتی ہے اور خواہشات بد سے بدناما۔ لہذا انسان کو خواہشات نیک پاک کو دل میں جگہ دینا چاہیے تاکہ تعمیر قسمت آئندہ خوبصورت ہو۔

سبب خیالات۔ روزمرہ انسان خیالات میں مصروف رہتا ہے۔ روزمرہ صد بلکہ ہزار ہا خیالات پیدا کرتا ہے، انچلا ان کے بعض نیک ہوتے ہیں بعض بد بعض پاک ہوتے ہیں بعض ناپاک بعض محبت و بہرہ دی پر مبنی ہوتے ہیں بعض حسد و کینے سے معمور ہوتے ہیں۔ انسان کا دل مثل ایک بڑے انجن کے ہے کہ جو ہر لمحہ حالت بیداری میں خیالات بناتا ہے اور زندہ مخلوقات پیدا کرتا ہے کیونکہ ہر خیال ایک قلبی قوت ہے کہ جو مادہ عالم جبروت میں ملبوس ہو کر ایک زندہ مخلوق بن جاتی ہے اور عالم خیال میں رہتی ہے اور اسی قسم کے خیالات سے پرورش پاک و عرصہ دراز تک اُس کا وجود قائم رہتا ہے۔ انسان کے خیالات سے یہ جبروتی مخلوقات پیدا ہوتے ہیں اور اہل بصیرت کو اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اس عالم کی اشیاء و کج و کھائی دیتی ہیں اگر ہمارے خیالات نیک پاک ہیں تو یہ جبروتی مخلوق خوش رنگ خوبصورت ہوتے ہیں اگر وہ بد و ناپاک ہیں تو یہ صورتیں کر میں نظر ہوتی ہیں۔ یہ مخلوقات ہمیشہ اپنے خالق کے گرد رہتی ہیں اور اُس کے دل کو ہمیشہ اسی قسم کے خیالات کی طرف مائل کرتی ہیں حتیٰ کہ آہستہ آہستہ انسان اسی قسم کے خیالات کا عادی ہو جاتا ہے۔ انسان جس مضمون پر کچھ عرصے تک خیال کرتا ہے تو اُس کے دل میں بلا ارادہ و کوشش اُس مضمون کے متعلق خیالات آتے ہیں یعنی اُسکی طبیعت کو اُس مضمون سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جس شخص کو کوئی فکر درمیش ہوتی ہے تو اُس کے خیالات بار بار بلا ارادہ اُسی طرف جاتے ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان خیالات تشویش پریشانی سے



برخیزن کائنات کروم چو گاہ  
یکدانه محبت ست باقی ہمہ گاہ

اندھیری رات ہے آسمان میں بیشمار ستارے چمک رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے  
کہ گویا نیلگوں چھت میں بیشمار قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں انہیں سے بعض بہت سارے  
معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے پیچھے بہت دھندلے نظر آتے ہیں جب ہم عمدہ دور  
دیکھتے ہیں تو جو پہلے دھندلے دکھائی دیتے تھے وہ صاف نظر آتے ہیں مگر ان سے فاصلے  
بہت ستارے دھندلے معلوم ہوتے ہیں کیسی ہی عمدہ دور میں کیوں نہ ہوگا  
ستاروں کے بعد ایک کثیر تعداد دھندلے ستاروں کی باقی رہتی ہے اسکے بعد  
ستاروں کے بعد ایک کثیر تعداد دھندلے ستاروں کی باقی رہتی ہے اسکے بعد  
انکی تعداد بیشمار ہے جبکہ فاصلہ بہت زیادہ ہے وہ دھندلے نظر آتے ہیں  
دور میں ہوگی اتنا ہی ان دھندلے ستاروں کو صاف دکھلا دیں گے مگر چونکہ خلا  
اس میں یہ ستارے ہر جگہ موجود ہیں لہذا ایک خاص فاصلے کے بعد ستارے  
ہی نظر آویں گے۔ اعلان دھندلے ستاروں کے بعد جو ستارے ہیں وہ قطعاً  
خوب کر قرار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکند ہے۔ آفتاب کی روشنی ہم تک  
۲۵ میل





ہے کہ نہ تو کوئی سیارہ اپنے آفتاب سے بہت دور جاسکتا ہے نہ اُس کے قریب آسکتا ہے  
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کے گرد گھومتا ہے۔

نظام شمسی کی بناوٹ علماء ہدیت نے اس طرح بیان کی ہے کہ قبل از پیدائش عالم محل  
مادہ لطیف حالت میں خلا میں شکل باریک ذرات موجود رہتا ہے جب پیدائش عالم کا وقت  
آتا ہے تو اُس میں تحریک شروع ہوتی ہے اور ذرات باہدگر کشش اتصال کے ذریعے ملنا  
شروع ہوتے ہیں جب بہت ذرے آپس میں مل جاتے ہیں تو انکا ایک بڑا گولابن جاتا ہے مگر  
چونکہ وہ ملائم ہوتا ہے کیونکہ ہنوز پورا منجمد نہیں ہوا اور حرکت میں ہوتا ہے اس لیے اُسکے ٹکڑے  
علیٰ ہو کر اُس سے دور چلے جاتے ہیں اور حرکت کم ہوتے ہوتے اُس جگہ جا کر رکتے ہیں کہ ہاں  
بڑے گولے کی کشش اتصال اور انکی کشش انفصال برابر ہو جاتی ہے۔ آفتاب اُن کو اپنی طرف  
کھینچتا ہے اور وہ آفتاب سے دور بھاگتے ہیں لہذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کے  
گرد گھومنے لگتے ہیں کبھی آفتاب کی کشش اتصال سے کسی قدر اُس کے قریب ہو جاتے ہیں  
کبھی اپنی کشش انفصال سے آفتاب سے کچھ دور ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ  
وہ آفتاب کے گرد بیضوی حلقہ میں گردش کرتے ہیں نہ کہ ٹھیک دائرے میں، اس طرح ہر نظام  
شمسی میں آفتاب کی کشش سے گل سیارے اُسکے گرد گردش کرتے ہیں اور اپنے مقام پر  
قائم رہتے ہیں جس طرح آفتاب سے سیارے بنتے ہیں اور اس کے گرد گھومتے ہیں  
اسی طرح سیاروں کے گرد اُن کے چاند بنتے ہیں اور گردش کرتے ہیں۔ آفتاب معہ اپنے  
سیاروں اور چاندوں کے آہستہ آہستہ منجمد ہو کر مثل ہمارے کرہ زمین کے ہڑت ہاے مدید  
میں چاند مخلوق سے آباد ہوتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام شمسی کے  
کل سیارے اور چاند اپنے آفتاب کی کشش سے اپنے مقام پر خلا میں قائم رہتے ہیں



ہے۔ اسی طرح اشخاص اور خاندان اور قومیں باہم گرا اتحاد کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے  
 مثل اجسام فلکی کے گھومتے چلے جاتے ہیں۔ صرف محبت ہی کا رکن اصلی اس عالم  
 اسباب میں معلوم ہوتی ہے۔ یہی زبردست قوت سبب ظہور عالم ذات مطلق سے ہوتی ہے  
 ایکو جم بھوسیا م اسی قوت کا نتیجہ ہے۔ یہی قوت اُس ذات پاک کو جو ہر طرح کی خواہش  
 اور لوٹ سے سبتر ہے اس شور و غور میں وحدت سے کثرت میں لائے کا سبب ہوتی ہے۔

شیریں لب اوجو نکہ بگفت ربر آمد  
 عالم ہمہ پرو لولہ شور و فغان شد

اور اسی پریم کی رستی سے بندھا ہوا جو اس آواگون کے بیشمار صائب کو خوشی سے  
 برداشت کرتا ہے۔

پھر نکل آؤں لحد سے سرکٹانے کے لیے  
 بھیج دیکھو عمر رفتہ کو بلانے کے لیے

یہی محبت عالم ظاہری میں طرح طرح کے لباس پہن کر شوہر و زوجہ باپ و بیٹا عاشق و معشوق  
 عابد و معبود وغیرہ کے نام سے موسوم ہو کر رنگ برنگ کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

باغ میں بلبل و گل بزم میں پروانہ و شمع  
 بھیس برسے ہوئے پھرتی ہے محبت تیری

جن کو ہم خود غرض کے نام سے موسوم کرتے ہیں یا جن کا نفس پرست کا خطاب دیتے ہیں وہ اصل  
 اسی قوت کے مظاہر ہیں۔ وہ اس خطاب کے مستحق اس لیے ہوئے کہ ان کا مرجع ٹھیک نہیں  
 باقی کل کا ردائی اسی قوت کی اُن میں بھی نمایاں ہے۔ گو یہ راز قدرت فطرانہ ذرہ موجودات میں  
 اپنا کام کرتا ہے۔ لا جب تک یہ قوت محض قاعدہ قدرت کے موافق کام کرتی ہے جیسا کہ



چونکہ اُن میں اصلی راحت نہیں لہذا قدرتی کشش جو سرِ اصلی کی جانب ہم کو ہے رک نہیں سکتی  
 گو کچھ عرصے کے لیے ہم اُس کی تحریک کو اُن کے اغوا سے نہ سنیں لیکن تاہم کے  
 اصلی خواہش کو کتنے ہی پردوں میں مچھوپ کرین لیکن وہ سب کو خاک کر کے ایک روز  
 اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے ۵

کب لباس ظاہری میں چھپتے ہیں روئے ضمیر  
 پردہ فائوس میں بھی شعلہ عریان ہی رہا

اور وہی فردیت جسکو ایک روز بہت محدود دنیوی سامان چھوڑنا مشکل تھا بھگتی کے  
 جوش میں اکثر سلطنت پر لات مار کر چل دیتی ہے بقول شاعر ۵

بسترہ ٹاٹ کا دو پارچے کبیل کی کلاہ  
 تاج خسرو ہے ہی تخت سلیمان ہے یہی

جب انسان جذبات و خواہشات بہیمی سے رہائی پاتا ہے اور اس دنیا کی ہوا و ہوس جو  
 معمولی انسان کو مثل برگ کاہ کے سنسار کی لہروں پر ادھر ادھر لے پھرتی ہے اُسکو اپنی جگہ سے  
 نہیں ہلا سکتی پورا ویراگ اور شانتی ہو جاتی ہے بغیر یار کے دنیا اور عجبی امین اُسکے لیے  
 کچھ باقی نہیں رہتا ۵

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقان حرام سست  
 ہر دم رضای جانان رضوان شد سست مارا

تب انسان کو بھگتی کا سرور آتا ہے جس شخص میں یہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے اُس کی نظروں  
 میں ہفت طبقات عالم ہیج ہو جاتے ہیں اور ایک ہی منظر قابلِ دید باقی رہ جاتا ہے اور  
 یہ عالم پیدا ہو جاتا ہے ۵

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

میرزا علی محمد خان بزرگوار  
 میرزا علی محمد خان بزرگوار

# کھ

## علم و سرور

جب ہم اس عالم میں نظر غور سے دیکھتے ہیں تو ہر انسان کو بادشاہ سے لیکر فقیر تک عالم سے لیکر جاہل تک بچے سے لیکر بوڑھے تک سب کو راحت کی تلاش جستجو میں پریشان و سرگردان پاتے ہیں نہ صرف انسان بلکہ حیوان بھی اُس کی جستجو میں فطرتاً مصروف رہتے ہیں۔ یہ قدرتی اور فطرتی خواہش ہر ذی روح میں پائی جاتی ہے۔ ہر کہ وہ راحت کے حصول کی کوشش میں مشغول رہتا ہے اور اپنے فہم و ادراک کے مطابق اس کو ان چیزوں میں تلاش کرتا ہے جن میں اُس کا حصول ممکن سمجھتا ہے۔ اسے سرور تو دراصل کیا شے ہے اور تیرا اصل مسکن کہاں ہے۔ جب ہم تیری طرف نظر غور سے دیکھتے ہیں تو تجھ کو زمانے کی طرح رنگ بدلتے ہوئے پاتے ہیں۔ کبھی تو آسائش و آرام کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے کبھی تو خوشی اور لطف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کبھی تو عیش و عشرت کے نام سے خطاب کیا جاتا ہے کبھی تو حظ و نشاط کے نام سے نام زد کیا جاتا ہے کبھی تو بی راحت و سرور بن جاتا ہے جب ہم تیرا مسکن تلاش کرتے ہیں تو کبھی تجھ کو بچوں کے کھلونوں میں پاتے ہیں۔ کبھی لڑکوں کے گیند بے میں۔ کبھی نوجوانوں کے ذرق برق لباسوں میں۔ کبھی بڑھوں کے گدگدے خمی گدوں میں کبھی تو دولت و حُصْنَت کے شاندار سامانوں میں چمکتا ہے۔ کبھی تو عالی شان مجلسِ راؤں کے مکلف اور بچے ہوئے کمروں میں رہتا ہے کبھی تو آراستہ باغوں میں سیر کرتا ہے۔ کبھی تو چرٹ گلی میں ہوا کھاتا ہے کبھی تو لہ نہ

[illegible]



ذی روح اس پر جانڈ ہیں وہ سب عالم ہیں جتنی غیر ذی روح چیزیں اس پر جانڈ ہیں  
 ہیں وہ سب معلوم ہیں جو عالم کو معلوم سے ملاتا ہے وہ علم ہے۔ انانیت حقیقی ایک عالم  
 و جہاں کی دراصل ایک ہی ہے لیکن اس کے خلاف لطیف و کثیف کی وجہ سے یہ اختلاف  
 ظہور ہے۔ جس قدر عقل نورانی پر ظلمات مادی کے حجاب پڑے ہیں اسی قدر علم و سرور کا ظہور  
 عالم محسوسات میں بھونڈا اور بھٹکا ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض لوگ حواسوں ہی کے مرنے کو  
 سرور سمجھتے ہیں۔ بعض مذاق ذہنی ہی کو راحت تصور کرتے ہیں۔ مگر یہ جتنی بھی راحتیں  
 ہیں سب نقش بر آب۔ بے بنیاد۔ عارضی و فانی ہیں۔

ہستی کے دام میں نہ کبھی آئیو اسد  
 عالم تمام بستہ دام خیال ہے

ان کل عارضی راحتوں سے انسان کی سیری نہیں ہوتی۔ جس قدر انسان سے انانیت شخصی  
 کے حجاب دور ہوتے ہیں جس قدر وہ طبقات ادنیٰ سے طبقات اعلیٰ کو عروج کرتا ہے اسی قدر  
 اس میں انانیت حقیقی اور عقل نورانی کا جلوہ ہوتا ہے حتیٰ کہ طبقہ ہفتم پر پہنچ کر اس کا علم و سرور  
 مکمل ہو جاتا ہے مکمل کے معنی کمال اضافی کے ہیں کیونکہ یہ کمال متعلق ایک برہانہ کے ہے نہ کل عالم  
 کے انسان کا علم و سرور ترقی کرتے کرتے کسی وقت علم و سرور مطلق تک پہنچے گا جو اس کا سبب اور  
 اصل ہے مگر اس کے پیشتر منازل آگے باقی ہیں۔

دوسری شرتی کہتی ہے کہ جو ہم آئندہ روپ ہے اور مراب بیانی ہے یعنی ذات باری عز و  
 جلیل ہے اور یہی خلا اس کا سکون ہے اس لیے وہ ہر جگہ موجود ہے مگر اس کے محسوس کرنے کو  
 علم چاہیے۔ جس قدر ہمارے علم میں خامی ہے اسی قدر ہمارے سرور میں بھی خامی ہے علم و سرور  
 مسئلہ مسلمہ ہے۔ سرور کی خامی ہی کو تکلیف و رنج کے نام سے موسوم کرتے ہیں



رہتی ہیں۔ یہاں کی خوبصورتی و دولت ندیش و عشرت عشق و محبت میں سیری کسان یہ سب  
مثل شراب ہیں جائز اور ان کے اندر ترشائی یعنی خواہش کی آگ برابر جلتی رہتی ہے اور کبھی  
نہیں بجتی۔ آدمی ہمیشہ دکھ کے سمندر میں جنم جنم پیدا ہوتا اور ڈوبتا ہے۔

دوم۔ دکھ کیوں ہوتا ہے اور جو کیوں اتنا سخت دکھ سہتے ہیں؟ دکھ کا سبب جنم ہے  
اگر جنم نہ تو دکھ بھی نہو جنم کا سبب کرم ہے۔ کرم ہی کے موافق انسان پیشا اور اجسام و حالات  
میں پیدا ہوتا ہے کرم کے نتیجہ سے کوئی اس عالم میں بادشاہ ہوتا ہے۔ کوئی فقیر۔ کوئی  
عالم۔ کوئی جاہل۔ کوئی شکیل کوئی بد صورت۔ جو ہر عالم کا کام کرتے ہیں وہ ہر عالم ہوتے ہیں  
جو انسان کا کام کرتے ہیں وہ انسان ہوتے ہیں۔ جو فرشتہ کا کام کرتے ہیں وہ فرشتہ  
ہوتے ہیں۔ نیک کام سے نیک جنم اور بد کام سے بد جنم ہوتا ہے۔ اس عالم کا یہی  
خاصہ ہے کہ جیسا بیج بوئے گا ویسا پھل ہوگا۔ اگر اناج بوئے گا تو اناج ہوگا پھل  
بوئے گا تو پھل ہوگا۔

گندم از گندم بر وید چو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

اگر سے بیج سے کبھی اچھا پھل نہیں ہو سکتا ہے اور اچھے بیج سے کبھی بُرا پھل نہیں ہو سکتا  
جیسا کرم پہلے جنم میں کیا تھا اسکے موافق جنم موجودہ ملا اور اب کے کرموں کے مطابق آئندہ  
جنم ہوگا۔ جیسے چاند اور سورج کی گردش کو کوئی بدل نہیں سکتا اور دن رات کے سلسلہ کو کوئی  
مٹا نہیں سکتا۔ اسی طرح کرم کے نتیجہ کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

کرم کی وجہ ترشائی یعنی خواہش ہے۔ خواہش کی وجہ سے تمام عالم کرم میں مشغول ہے  
کسان کو دیکھو کہ سورج کی تیز دھوپ میں ہل چلاتا ہے اور کھیتی کرتا ہے۔ بادشاہ کو دیکھو کہ



ہے۔ بھرائتی سے محسوسات میں راحت معلوم ہوتی ہے۔ اس راحت کے خیال سے اُن کے حصول کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ خواہش سے کرم ہوتا ہے۔ کرم سے جنم اور جنم سے دکھ ہوتا ہے۔ سووم۔ اس بھرائتی کے دور ہونے پر دکھ دور ہوتا ہے۔

چہارم۔ یہ بھرائتی اچھے اصول مندرجہ ذیل پر عمل کرنے سے دور ہوتی ہے۔  
 اول راست اعتقاد۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ تم کو یقین کامل اس امر کا ہو جائے کہ نہ کوئی تم کو آرام پہنچا سکتا ہے نہ کوئی تکلیف دے سکتا ہے صرف تمہارا کرم ہی تمہارے کل آرام و تکلیف کا باعث ہے۔ تم خود اپنی قسمت پر قادر ہو مگر اپنی جہالت سے تکلیف میں پڑے ہو۔ یہ جہالت تمہاری ہی کوشش سے دور ہو سکتی ہے لہذا اس اعتقاد کے ساتھ کمر بستہ ہو کر امور ذیل پر پورا عمل کرو تو تمہاری جہالت و تکلیف دور ہوگی اور تم کو پورا علم و سرور حاصل ہوگا۔  
 دوم راست خیال۔ سووم راست کلام۔ چہارم راست فعل۔ پنجم راست طریق حاش یعنی کل حلال ششم راست کوشش۔ ہفتم راست یادداشت۔ جو کچھ شاستر میں پڑھا ہے اور جو کچھ گرو سے سنا ہے اسکو مصیبت کے وقت نہ بھولنا مستقل لکھنا اس پر عمل کرنا راست یادداشت کلماتی ہے۔ ہشتم راست دھیان۔ جب سات اصول مذکورہ بالا پر انسان پورا عمل کرتا ہے تو اس میں صلاحیت راست دھیان کی پیدا ہوتی ہے۔

علم کا حصول دو طرح پر ہوتا ہے۔ اول بذریعہ حواس و استدلال و شہادت۔ دوم بذریعہ مکاشفہ۔ بہت قلیل حصہ ہمارے علم کا بذریعہ ہمارے حواس کے حاصل ہوتا ہے۔ اس جسم کلیف میں ہم اس قدر محدود ہیں کہ ہمارے حواس مخصوص مکان زمان ہی میں کام کر سکتے ہیں لہذا ہمارا علم حواس کے ذریعہ بہت ہی محدود ہوتا ہے۔ ایک کثیر حصہ ہمارے علم کا استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ تمام علوم اسی پر مبنی ہیں۔ تاریخ و جغرافیہ وغیرہ کا علم ہر شہادت سے



ایک روزین ایک صاحب سے ملے گیا۔ قوم کے بنیے رئیس کو ٹھی وال محلہ دھرم نگر کے ساکن تھے۔ بڑے دھرماتا تھے اور خیر و خیرات پوجن بھجن بہت کرتے تھے اپنا سب کاروبار بہت مستعدی کے ساتھ وقت معین پر کرتے تھے۔ اور کل کام کی نگرانی خود کیا کرتے تھے۔ کل کام سچا اور ایمانداری کا تھا۔ بیوہ ہار کے پکے تھے۔ ذکر بہت لائق دیانت دار تھے۔ سب کام خوبی کے ساتھ انجام ہوتا تھا۔ میں نے اطلاع کر لی آپ نے مجھے فوراً بلا لیا۔ بہت اخلاق سے پیش آئے اور پاس بٹھالیا میں نے آپ کو نظم دھرم مثال کا خدا دیا۔ پڑھ کر فرمایا میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آپ مسافر ہیں اور بہت خطرناک منازل طے کر کے یہاں تک پہنچے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ یہ نیز خدا مقام اور یہاں کی طرز زندگی آپ کو پس ہوگی اور آپ یہاں کی سکونت اختیار کریں گے۔ بعد کو مجھ سے دریافت کیا کہ آپ یہاں کب تشریف لائے اور آپ نے کیا کیا دیکھا جب سے میں شانتی پور آیا تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا سب بیان کیا بعد کو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ اگر آپ کو اس وقت فرصت ہو تو میں میٹھون ورنہ کسی اور وقت حاضر خدمت ہوں گا۔ فرمایا تشریف رکھیے مجھ کو اس وقت فرصت ہے کوئی کام ضروری درپیش نہیں ہے کچھ عرصہ تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے اتنے میں آپ کا منیب آیا اور بیان کیا کہ فلاں جگہ اپنا روپیہ طلب کرتے ہیں کوٹھی میں اتنا روپیہ موجود نہیں ہے کیا کیا جاوے آپ نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا کہ اُن کو ہمارے پاس بھیج دو چنانچہ وہ آئے۔ قریب بٹھالیا ایک جلد سردرشن کی دیکر مجھے کہہ کہ آپ کچھ دیر اس کو ملاحظہ کیجیے اتنے میں آپ سے گفتگو کر لوں۔ میں کتاب پڑھنے لگا۔ سیٹھ جی نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کچھ عرصہ سے ہماری کوٹھی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ سبب یہ ہے کہ تجارت میں چند نقصانات ایسے





اگل زر نقد مکانات جا ادا اسباب وغیرہ کی فہرست امانت داروں کو دیدی جاتی ہے وہ سب  
 آپس میں مشورہ کر کے جو مناسب سمجھتے ہیں کرتے ہیں۔ کبھی حصہ رسدی آپس میں تقسیم  
 کر لیتے ہیں جو شاذ ہوتا ہے۔ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ کچھ اور روپیہ دیکر کام بدستور جاری رکھا  
 جاتا ہے اور بعد بیچ حصہ رسدی سب امانت دار منافع سے لیتے جاتے ہیں۔ اگر اس قدر  
 روپیہ ہو یا اس شخص میں یہ وقت اس کام کے چلانے کی نہ تو دوسرا کوئی کام اس کی طبیعت  
 اور لیاقت کے موزوں بخیر کر دیتے ہیں اور اپنی امانت آہستہ آہستہ وصول کرتے ہیں۔ اگر  
 مجھ کو کوئی کام مشروع کر دیا اور غالباً ایسا ہی ہو گا تو میں امانت کار روپیہ بشرط زندگی برابر ادا  
 کرتا رہوں گا۔ اگر حصہ رسدی سب نے ہاٹ لیا تو میں بذریعہ ملازمت اپنا گزارہ کروں گا اور جب  
 مجھ کو روپیہ نصیب ہو گا امانت داروں کو ادا کروں گا۔ میں منیب کا کام بخوبی کر سکتا ہوں  
 اور مجھ کو یہ خدمت ضرور ملجاو گی۔ اس لیے غور و نوش کی چندان فکر نہیں مگر امانت کی  
 فکر تادائے زر ضرور رہیگی میں نے کہا سیٹھ جی صاحب مجھ کو آپ کی حالت پر افسوس آتا  
 ہے۔ ایک یہ حالت ہے کہ آپ ایک بڑے رئیس کو ٹھکی وال ہیں۔ ایک وہ حالت ہے  
 کہ آپ دوسرے کی منیبی کرتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ آپ نے  
 فرمایا اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔ یہ خیالی اور فرضی فرق ہے دراصل کچھ فرق نہیں  
 ایمان دار منیب کی جیسا کہ میرا منیب ہے ایسی ہی عزت کی جاتی ہے جیسے کہ ایماندار  
 کو ٹھکی وال کی۔ میرا والہ ٹھکنے سے میری عزت میں کچھ بھی کمی نہو گی کیونکہ میں نے اس میں  
 کچھ بھی بدعتی نہیں کی۔ کوٹھی کا کام میں بھی کرتا تھا منیب بھی کرتا تھا۔ لہذا دونوں میں  
 صرف نام کا فرق تھا وہ منیب کہلاتا تھا میں کوٹھی وال باقی کچھ بھی فرق نہ تھا بھٹ تو  
 اداسے فرائض منصبی سے بے نہ نام سے جس مقام پر ہمارے کرم ہو گیا وہ اس

چھوٹے بچے کی طرح ہوتا ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 یہ بچہ اپنے والدین کی طرح ہوتا ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔

<p>                 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔             </p>	<p>                 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔             </p>
---	---

اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔  
 اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔

میں نے آپ کو منتظم صاحب کا خط دیا پھر کفر و شرع سے اور فرمایا آپ چندے دوسرے مکرمہ میں تشریف  
 رکھیے اور میری کتابوں میں سے لیکر کوئی کتاب ملاحظہ کیجیے مجھ کو ایک گھنٹہ میں فرصت ہوگی تب  
 آپ سے گفتگو کروں گا۔ یہ مکرمہ خادم کو اشارہ کیا کہ آپ کو بتخانہ کے مکرمہ میں لیجاؤ۔ میں ہاں گیا تو ایک مختصر  
 کرد تھا جس میں چار پانچ الماریوں میں کتابیں تھیں بیچ میں میز کرسی لگی ہوئی تھی۔ نوکرنے  
 الماریوں کی کنجی میرے سپرد کی اور کہا جس کتاب کو چاہیے ملاحظہ کیجیے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت  
 ہو تو گھنٹی بجادیجیے میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور احکام کی تعمیل کروں گا یہ مکرمہ رخصت ہوا میں نے  
 کتابوں کی فهرست جو میز پر رکھی تھی دیکھنا شروع کی منجملہ کل کتابوں کے ایک کثیر حصہ کتب طب  
 کا تھا۔ چند جلدیں علم نباتات کے متعلق تھیں باقی دیگر علوم کے متعلق تھیں میں نے ایک کتاب  
 آثار و خواص نباتات الماری سے نکال کر پڑھنا شروع کی۔ اُس میں بوٹیوں کے نام شکل و صورت  
 انکار و خواص بہت تشریح کے ساتھ مندرج تھے اور یہ بھی مذکور تھا کہ کون بوٹی کس جگہ اور کس موسم میں  
 پیدا ہوتی اور کب پختہ ہوتی ہے کس وقت دوا کے لیے فراہم کرنی چاہیے اور کس طرح استعمال کرنی  
 چاہیے بعض کی نسبت یہ بھی مذکور تھا کہ اُن کو اُجالے یا اندھیرے پاگھوینی روشن یا تاریک نصف ماہ  
 میں توڑنا اور جمع کرنا چاہیے۔ میں یہ دلچسپ کتاب پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں طبیب صاحب تشریف  
 لائے اور کتاب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بوٹیوں کی نسبت جو مضمون ہے بہت ہی دلچسپ اور دلکش ہے  
 اور نیز یہ منفعت بوٹیوں کے آثار و خواص صانع حقیقی کی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہیں علم طب  
 میں دو چیزیں بہت ہی دلچسپ ہیں اول تشریح بدن۔ دوم خواص نباتات۔

جب مختلف اجزاء جسم پر غور کیا جاتا ہے تو اُن میں عجیب صنعت نظر آتی ہے جسم کے  
 مختلف اعضاء اپنا کام اس اتحاد و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتا۔  
 جس طرح عقیل و فہم ارکان سلطنت اپنا اپنا کام بغرض اسن خلافت اتحاد کے ساتھ کرتے ہیں

[illegible]

121

یہ سن کر طبیب صاحب نے بہت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ شائق پور میں تو ایک جیتہ بھی مرلیں سے لینا حرام سمجھا جاتا ہے۔ یہاں چند طبیب حافظ ایسے ہیں کہ سدا بہت کے ذریعہ سے بسراوقات کرتے ہیں اور کسی سے ایک کوڑی نہیں لیتے جناب من ہمدردی ہی کے ذریعہ سے انسان دیگر اشخاص کے دکھ درد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ خود غرض انسان دسروں کی تکلیف کو ہرگز پورا نہیں سمجھ سکتا کیونکہ اُس کو اُن سے پوری ہمدردی نہیں ہوتی۔

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

صد حجاب از دل بسوے ویدہ شد

لہذا طامع طبیب کی تشخیص و معالجہ دونوں ناقص ہوتے ہیں ہمدردی چشم بصیرت کا چشمہ ہے لیکن اس کے سر میں درد اور محنوں کے دل میں پیمنی اسی جذب نہانی اور کشش باطنی کا نتیجہ ہے طبابت ایک نازک چیز ہے بشرط اُس کے موزون نہیں ہوتا۔ پروردگار نے ہمو جو پاک زندگی عطا کی ہے اس کو بوقت ضرورت امداد پہنچانا ہمارا عین فرض ہے۔ لہذا جو شخص طبابت کو فرض سمجھ کر کرتے ہیں وہی دراصل طبیب ہیں۔ ملک ہند میں زمانہ مسابین میں یہ رواج تھا کہ طبیب امیرون سے روپیہ لیتے تھے اور اُس سے دوا تیار کر کے غریبوں کو تقسیم کرتے تھے اگر امیرون سے اس طرح کچھ لیا جاوے تو میری رائے ناقص میں کچھ مضائقہ نہیں مگر غریبوں سے تو کچھ نہ لینا چاہیے۔

اب بوٹیوں کے خواص کو ملاحظہ کیجیے۔ بوٹیوں کی روئیدگی نشوونما اور پختگی پر جاننا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے بھگوت گیتا میں مہاراج نے فرمایا ہے کہ میں چاند ہو کر بوٹیوں کو قوت عطا کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے علم طب میں چند بوٹیوں کی نسبت مذکور ہے کہ اُنکو روشن یا تاریک نصف ماہ میں لینا چاہیے۔ بوٹیوں کے آثار و خواص بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں

[illegible][illegible][illegible]

تھوڑا تھوڑا کمی مرتبہ کھانا چاہیے تاکہ سستی اور فیندہ آوے اور کام کرنے کے لیے تیزی  
 دیتی رہے جب تک ایک وقت کی غذا پوری ہضم نہ ہوئے دوسری غذا اسدہ میں نہ پونپی  
 چاہیے۔ بعضی میں کھانا شل زہر کے کام کرتا ہے۔ بھوک کے وقت نہ کھانا اور بے بھوک کھانا  
 دونوں بیماری کا سبب ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ لاک یونان میں ایک طبیب صاحب کسی رئیس کے دلی دوست تھے  
 ایک روز رئیس صاحب کی کسی دوست نے شام کو دعوت کی۔ طبیب صاحب نے انکویت  
 سمجھایا کہ آپ دعوت ہرگز قبول نہ کیجیے کیونکہ ایسے جلسوں میں عموماً انور و قسام شعل  
 بے یل کھانے تیار کیے جاتے ہیں جن میں مد نظر ذائقہ ہوتا ہے نہ صحت جسمانی بے وقت کھانا  
 ملتا ہے اور بے بھوک کھایا جاتا ہے۔ لہذا ایسی غذا سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے۔ دوم رات کو  
 معمول سے زیادہ جاگنا ہوتا ہے سوم وقت بہت ضائع ہوتا ہے پس اس بے اعتدالی سے  
 باز آئیے۔ رئیس صاحب نے باوجود ہدایت طبیب صاحب کے اس دعوت کو منظور کر لیا۔  
 مروت کی وجہ سے انکار نہ کر سکے طبیب صاحب نے پولیس میں جا کر رپٹ کر دی کہ فلان صاحب  
 خود کشی پر آمادہ ہیں پولیس اسکا تذکرہ کرے چنانچہ انسپکٹر نے رئیس صاحب کو طلب کیا اور  
 مخبری کا مضمون سنایا۔ رئیس صاحب نے کل کیفیت بیان کر دی۔ انسپکٹر صاحب نے  
 طبیب صاحب کو بلا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ رئیس صاحب کا بیان صحیح ہے طبیب صاحب نے  
 بیان کیا کہ اگر یہ رئیس اس جلسہ میں شریک ہونگے تو اول تو غذا میں بے اعتدالی ہوگی۔ دوم غلات  
 معمول شب بیداری ہوگی۔ لہذا بیماری کا تخم بوجائیگا جو دیگر بے اعتدالیوں سے نشوونما پا کر آخر کار  
 ایک خوفناک درخت مثل ہلاک مرض ہو جائیگا پس دعوت میں جانا خود کشی کا تیرہ کرنا ہے انسپکٹر صاحب  
 نے سرکار مقدمہ خارج کیا۔ یہ ہے تو مبالغہ مگر اصلیت پر مبنی ہے بعض وقت ذرا سی بے اعتدالی





ہوتی ہیں۔ جو ورزش تفریح کے ساتھ ملی ہوتی ہے مثلاً فٹ بال، کرکیٹ وغیرہ وہ بمقابلہ  
 اُن ورزشوں کے جن میں محض مشقت ہوتی ہے زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہیں کیونکہ  
 تفریح کی وجہ سے اُن میں محنت و مشقت معلوم نہیں ہوتی۔ ورزش و تفریح میں اعتدال  
 ضرور ہونا چاہیے کیونکہ جدا اعتدال سے تجاوز بیماری کا سبب ہوتا ہے۔

(۳) کام کرنے میں وقت و صحت جسمانی کا خیال ضروری ہے جب قدر اور جتنے وقت  
 تک جسم محنت برداشت کر سکے اتنا ہی کام کرنا چاہیے نہ کم و بیش۔ کام کم کرنے سے فسان  
 مست ہو جاتا ہے اور زیادہ محنت کرنے سے بیمار ہو جاتا ہے پس کام کرنے میں اعتدال کا خیال  
 ضرور چاہیے بعض شخص کام میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ اُنکو کھانے پینے کی بھی خبر نہیں رہتی  
 جب کام سے فرصت پاتے ہیں تو بے وقت کھانا کھاتے ہیں۔ جو وقت سے محروم ہوتا ہے نتیجہ  
 یہ ہوتا ہے کہ آخر کار بیمار ہو جاتے ہیں اور عرصے تک کام کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔ بجائے  
 اسکے اگر وہ اعتدال کے ساتھ کام کرتے تو سترست بھی رہتے اور کام بھی اُسی قدر کرتے جو کھانے  
 نے بے اعتدالی سے کیا اور بعد کو بیمار ہو گئے۔ خلاف اسکے بعض اشخاص جن کو فروع حاصل ہے  
 کا ہلی و کام نہ کرنے سے اکثر بیماریاں میں مبتلا رہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک شہزادہ لذیذ غذا کھانے اور محنت و ورزش نہ کرنے سے ہتھکڑی ہو گیا  
 ہو گیا کہ اُسکو چند قدم چلنا بھی مشکل ہو گیا۔ بہت طبیبوں نے علاج کیا مگر صحت نہ ہوئی۔ آخر کار  
 ایک دانا طبیب نے اُسکا معالجہ شروع کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم شہزادے کو اچھا کر دو گے تو  
 تم کو بہت انعام ملے گا۔ اُس نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ میں شہزادے کو اچھا کر دوں گا۔ وہ سمجھ گیا  
 کہ شہزادہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے موٹا ہو گیا ہے۔ پس اُس نے ایک گیند بلا تیار کر لیا اور کہا کہ میں نے  
 اس بلیے میں کچھ دو رکھ دی ہے۔ اگر شہزادہ اس گیند بلیے سے ہر روز کھیل کرے گا تو دو



سقیض ہوتے ہیں۔ عوام اس نعمت بے بہا کو سونے میں برباد کرتے ہیں۔

چونکہ ہمیشہ پورا اعتدال نہیں ہوتا گاہے گاہے بے اعتدالی ہو ہی جاتی ہے جیسے بعض وقت رات کو زیادہ جاگئے کا اتفاق ہو جاتا ہے بعض وقت نادانستہ ایسے کھانے کھائے جاتے ہیں جو بے میل ہوتے ہیں مثلاً دودھ کے ساتھ نمک یا کھٹائی وغیرہ وغیرہ اس لیے ایسی بے اعتدالیوں کی اصلاح برت اور دوا کے ذریعہ سے ہونی چاہیے جو طوبیات کثافت و گرانی جسم میں بلاناغہ کھانے سے جمع ہو جاتی ہیں اور آخر کار باعث بیماری ہوتی ہیں وہ برت سے تحلیل ہو جاتی ہیں اور گرم ہلکا اور بھلا چکا ہو جاتا ہے۔ صفر اجو ہضم طعام کا جزو عظیم ہے وہ بھی بلاناغہ کھانے سے اجتماع طوبیات ناقصہ کی وجہ سے دھیا ہو جاتا ہے۔ برت سے وہ درست ہو کر اپنا کام ٹھیک کرتا ہے۔ گویا برت ایک قسم کا مارا بچہ ہے کہ جس سے جسم نیا ہو جاتا ہے۔ ہفتہ میں کم از کم ایک برت رکھنا ہی چاہئے برت میں نرہا یعنی فاقہ اول درجہ کا ہے۔ ایک وقت تھوڑا گاے کا دودھ پی کر رہنا دوسرے درجہ کا۔ اور پھلا یا یعنی تازے سرسبع المضمحل کھا کر رہنا تیسرے درجہ کا۔ یہ بھی مختصر معمولی غذا سے بقدر چارم اور دن میں ایک بار اس سے زیادہ کھانا برت میں شامل نہیں ہے۔ آجکل تو برت کا دن وز عہد سمجھا جاتا ہے جیسے لذیذ کھانے برت کے دن بنتے ہیں ویسے اور روز نہیں بنتے۔ برت سے محض جسم ہی کی درستی نہیں ہوتی برت محض فاقہ کا نام نہیں بلکہ اُس سے دل میں ستوگن کی زیادتی ہوتی ہے جس سے خدا پرستی کی طرف رجحان ہوتا ہے اور عبادت میں جی لگتا ہے۔ برت کا دن عبادت کے لیے مخصوص ہونا چاہیئے نہ کہ کھانے کے لیے۔ جب نتائج بے اعتدالی اس حد کو پہنچ جائیں کہ اُن کی اصلاح برت سے نہیں تو دوا کا استعمال کرنا چاہیئے۔ اکثر انسان مشروع ناسازی میں لا پرواہی کرتے ہیں اور جب مرض

نہ پہنچے نہ دیکھیں کہ ان کو ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر

کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر  
 کہ ان کو دیکھ کر ان کی جگہ پر لے کر آئے اور ان کو دیکھ کر

<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>	
<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>	<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>
<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>	
<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>	<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>
<p>                         ۱۰۰۰ روپے                          ۱۰۰۰ روپے                     </p>	

سورس کی عمر بیان معمولی خیال کی جاتی ہے بعض اُس سے بھی تجاوز نہ کر جاتے ہیں۔  
 علاوہ اس وسیلہ حفظ صحت کے جسم اور کپڑے اور مکان کی صفائی پر پوری توجہ چاہیے  
 سات ہوا میں رہنا چاہیے۔ پانی صاف و شیریں پینا چاہیے۔ خواہشات و خیالات کا بھی  
 جسم کشیدہ پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ ناپاک خواہشات و خیالات سے انواع و اقسام کی بیماریاں پیدا  
 ہوتی ہیں لہذا پاک نیک خواہشات و خیالات کو دل میں جگہ دینا چاہیے۔

اسکے بعد میں نے آپ سے کہا کہ اگر خلافت تہذیب ہو تو میں آپ کے کچھ حالات اتنی سننا  
 چاہتا ہوں۔ مسکرا کر فرمایا کہ میں ایک معمولی انسان ہوں۔ میرے والدین نے مجھ کو حسب رت  
 عمدہ تعلیم دی۔ میرا شروع سے میلان طبع طبابت کی طرف تھا بعد معمولی تعلیم کے میں نے  
 سات برس مدرسہ طب میں اطباء حاذق سے علمی و عملی تعلیم پائی۔ چونکہ مجھ کو فکرمعاش سے  
 فراغ حاصل تھا اس لیے میں نے طبابت کو ذریعہ خدمت انسان سمجھ کر اختیار کیا۔ مجھ میں تو  
 علمی لیاقت اس قدر ہے کہ انسان کو کماحقہ تفتین کر کے راہ راست پر لاسکون بہت دروجہ  
 ہے کہ اُس کو قلبی قوت کے ذریعے سے نفع پہونچا سکوں۔ پس اوسنے درجہ کی خدمت کا  
 ذریعہ جو مجھ کو حاصل ہے اُسی کو میں نے اختیار کیا اور میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا  
 ہوں کہ اپنے بھائیوں کی خدمت کا مجھ کو موقع ملا۔ میں بہت تھوڑے مریضوں کا علاج کرتا ہوں  
 کیونکہ زیادہ مریضوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی مگر جبکہ میں علاج کرتا ہوں پوری توجہ  
 و ہمدردی سے کرتا ہوں۔ میں نے بوٹیوں کے جوہر نکال رکھے ہیں جو بڑے سریع التاثر ہیں  
 اور تشخیص صحیح ہو تو دفع امراض میں تیر بہدت ہوتے ہیں۔ میری ذات باری سے ہمیشہ یہی  
 استدعا رہتی ہے۔

مرے احباب کے اور میرے دل میں دے تنائیں	ترے مخلوق کی خدمت سرنگھون سے بجا لیں
--	--------------------------------------



سوئے سے مزین خرابان خرابان ٹھنڈی سڑک پر جا رہے تھے۔ میں سمجھا کہ کوئی عالی مرتبت انگریز  
 ہیں۔ انڈیسی ستانت گھر پہنچنے تک نہ ٹھہر پھیر کر میری طرف دیکھنا بات کی جب مکان کے  
 دروازے پر پہنچے تو فرمایا آپ کون ہیں اور کیوں میرے ہمراہ دیر سے آتے ہیں۔ میں نے  
 بہت ادب سے عرض کیا کہ میں آپ سے کچھ کرنا چاہتا ہوں اگر آپ تشریف رکھیں تو میں عرض  
 حال کروں۔ فرمایا بہتر آپ تشریف رکھیے میں لباس تبدیل کر کے ابھی حاضر ہوتا ہوں اور  
 خادم کو اشارہ کیا کہ آپ کو نشستگاہ میں بٹھاؤ۔ خادم نے جھکوا یک کرسی پر بٹھا دیا۔ کمرے میں خوشترنگ  
 دیوارالین کا فرش تھا اور اسپرچند مکلف کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور چیدہ تصویریں دیواروں پر  
 آویزاں تھیں میں ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں آپ تشریف لائے۔ سرگھلا ہوا چھوٹے  
 گھونگر والے بال انگریزی فیشن کے کٹے ہوئے۔ ریٹنی قمیص اور تنزیب کی دھوتی زیب تن مٹلی  
 ریڈیو راجوٹی زیب پا۔ آرام چکی پر اکریٹھ گئے اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا کہتے ہو میں نے آپ کے  
 ساتھ عرض کیا کہ حضور میں ایک مسافر ہوں تلاش حق میں یہاں تک پہنچا ہوں اگر اجازت ہو تو گاہے  
 گاہے قدیم سوئی کو دیو دولت پر حاضر ہوا کروں۔ فرمایا کہاں مقیم ہو میں نے کہا کہ میں ڈیا نگر کے دھرم شالہ  
 میں ٹھہرا ہوں۔ بعد کو تفصیل حال کر کے مختلف مضامین پر گفتگو کرتے رہے آخر کو فرمایا جب فرصت  
 ہو آئی کیجیے۔ میری فرصت کا وقت شام کو بعد ہوا خوری ہے۔ یہ کہہ کر مجھ کو نصرت کیا۔ اس خلق  
 و مہربانی و مسافروازی سے پیش آئے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ میں سمجھ گیا کہ میری خوش قسمتی اور  
 تعلقات سابقہ کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ کو اختیار ہے ملنے میں بہت تکلف تھا۔ بعد کو میں چند بار  
 خدمت شریف میں حاضر ہوا تو بخلی بالطبع ہو کر مجھ سے ملنے لگے۔ پریم نگر میں ایک عمدہ کوٹھی میں  
 رہتے تھے۔ بڑے عالم و فاضل تھے اور شانتی پور کی تعلیم باطن آپ کے سپرد تھی مگر اس کو تعلیم  
 ظاہری کی نگرانی میں ایسا پوشیدہ کر رکھا کہ وہم و گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ آپ کو باطن سے کچھ بھی

ان کے لئے امر اور نہی کے احکامات ہیں اور ان کے لئے  
 ان کے لئے کثرت میں ہے اور ان کے لئے کثرت میں ہے اور ان کے لئے  
 کثرت میں ہے اور ان کے لئے کثرت میں ہے اور ان کے لئے  
 کثرت میں ہے اور ان کے لئے کثرت میں ہے اور ان کے لئے  
 کثرت میں ہے اور ان کے لئے کثرت میں ہے اور ان کے لئے

[illegible][illegible]



بیرون پڑتا ہے۔

(۲) ایک روز اناکار گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ سچی طلب طالب کو راہ راست پر پہنچا

دیتی ہے ع

شوق در بہر دل کہ باشد رہبری در کار نیست

بہ کہ اُسکو اناکار راہ میں برابر رہبر و مددگار ملتے جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک شخص ایک فقیر صاحب کے پاس جایا کرتے تھے اور اُس سے اتجا کرتے تھے کہ مجھے خدا سے ملنے کا طریقہ بتاؤ میں طالب خدا ہوں۔ ایک روز جب انھوں نے بہت اصرار کیا تب فقیر صاحب نے فرمایا کہ آج بتائیں گے۔ کچھ عرصے کے بعد اُن سے کہا چلو دریا میں اشناں کرائیں۔ جیون ہی دونوں دریا میں گھسے اور طالب صاحب نے غوطہ لگا یا فقیر نے اُن کو کچھ عرصہ تک پانی کے اندر دبا رکھا۔ طالب صاحب سانس لینے کا موقع نہ پا کر بہت بیاکل اور بیچین ہو گئے اور پانی سے نکلنے کی اذحد کو شش کرنے لگے۔ چند منٹ بعد جب فقیر صاحب نے چھوڑا تب سانس لی اور جان میں جان آئی۔ فقیر نے پوچھا کہ آپ پانی سے نکلنے کی اس قدر کوشش کیوں کرتے تھے۔ جواب دیا کہ سانس رکنے کی وجہ سے میں بڑا بیچین تھا اسی وجہ سے پانی سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ خدا سے ملنے کے لیے بھی کبھی آپ ایسے بیچین ہوئے اور ایسی کوشش کی۔ جواب دیا کہ کبھی نہیں۔ فقیر نے کہا کہ ہنوز آپ میں سچی طلب نہیں پیدا ہوئی ہے جب خدا سے ملنے کے لیے ایسے بیچین ہو گئے جیسے کہ پانی کے اندر تھے تب اُس سے ملنے کا کوئی طریقہ بھی مل جاوے گا۔

ہم حرا خواہی وہم دنیاے دون  
این خیال ست و محال ست و جہن

[illegible][illegible][illegible][illegible]

(۹) ایک روز میں نے آپ سے سوال کیا کہ اکثر طالب ترقی روحانی کے خواہاں رہتے ہیں۔ سادھو فقیروں سے ملتے ہیں اور پوجن بھی کرتے ہیں مگر اُن کو شکین نہیں حاصل ہوتی اس کا کیا سبب ہے فرمایا وہ دراصل طالب خودی ہیں نہ طالب خدا۔ پیشہ ہی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کو کچھ ملے۔ دنیا میں نہیں تو عقبی میں ظاہر میں نہیں تو باطن میں یہ طریقہ روحانی ترقی کا نہیں ہے۔ تزکیہ خودی سالک کا فرض عین ہے میں نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ جب انسان میں طلب روحانیت پیدا ہوگی تو وہ ضرور روحانی ترقی کا خواہشمند ہوگا کیونکہ بلا مقصد کوئی کام نہیں ہوتا۔ فرمایا روحانی ترقی کے چار منازل ہوتے ہیں۔ اول طلبِ نیا و قیامِ عیش نگر۔ دوم طلبِ عقبی و بود و باش دیندار نگر و عالم نگر۔ سوم فنا و طلبِ و سکونتِ شانتی پور۔ چہارم حصولِ معرفت و قیامِ آزاد نگر و سرور نگر۔

روایت ہے کہ ایک صاحب ایک سادھو کے پاس جایا کرتے تھے اور اُس سے بچی تھے کہ مجھ کو خدا سے ملنے کا طریقہ بتاؤ۔ میں طالب خدا ہوں۔ ایک روز جب وہ بہت بضد ہوئے تو سادھو نے کہا کہ فلاں گھسیارے کے پاس جاؤ اور وقت تو وہ ٹکونہ ملیگا مگر فلاں مقام پر شام کو گھاس بیچنے جاتا ہے اُس وقت تم اُس کے قریب جا کر کھڑے ہو کر اور اُس سے کچھ نہ کہو۔ اگر تم میں کچھ قابلیت ہے تو حصولِ مطلب کو پہنچ جاؤ گے مگر جب اُسکی کسوٹی پر پورے اُترو گے تو وہ تمھاری طرف التفات کریگا ورنہ ہرگز نہیں چنانچہ جب ہریت یہ صاحب اُس گھسیارے کے پاس جا کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھ تو گیا مگر دانستہ اُن کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک روز اُس نے پوچھا کہ آپ یہاں گرد و غبار میں کیوں روز کھڑے رہتے ہیں۔ جواب دیا کہ میں آپ کی نظر عنایت کا مستعدی ہوں گھسیار نے کہا شاید آپ سے کسی نے مذاق کیا ہے اور دل لگی کے لیے آپ کو مجھ ناجیز کے پاس

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

ہلاک ہی کر ڈالتے آپ میں ایسی مادہ نہیں کہ اُسکو ہچان سکین۔ اہل خودی اہل بصیرت  
نہیں ہوتے ۷

اپنی خودی ہی پردہ ہے دیدار کے لیے  
ورنہ کوئی نقاب نہیں یار کے لیے

(۱۰) ایک بار میں نے آپ سے دریافت کیا کہ سچے دینداروں کو عموماً تکلیف  
میں پاتا ہوں اسکا کیا سبب ہے۔ فرمایا اہل باطن کو تکلیف ہونا ہی چاہیے۔ کیونکہ انھوں  
نے اپنے آپ کو اپنے اور اپنے بھائیوں کی تکالیف کا مرکز بنایا ہے۔ نروان کا راستہ  
تکالیف کے پتھروں سے بنا ہے اور اُس پر اہل ضبط و تحمل ہی چل سکتے ہیں۔ اس پر  
میں نے سوال کیا کہ دیگر اشخاص کی تکالیف سے اُن کو کیا واسطہ۔ فرمایا کہ امدادِ تکلیف  
نہیں ہوتی۔ طبقاتِ اعلیٰ میں امدادِ اعلیٰ درجہ کی تکلیف سے ہوتی ہے۔ لہذا طلبِ امداد  
خود غرضی پر مبنی ہے اس لیے اُس سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ علاوہ انہیں طلبِ امداد  
سے امداد نہیں ہوتی بلکہ استحقاقِ امداد سے امداد ہوتی ہے ۷

تقدیر کا لکھا ہے سو پوچھ گچے کا آپ سے  
پھیلائیے نہ ہاتھ نہ دامن پساریے

شانتی پور کے باشندے اسکو ترجیح دیتے ہیں کہ کالے ناگ اُن کو دس لین بہ نسبت اسکے  
کہ وہ ملتی امداد ہوں۔ تب میں نے سمجھا کہ شانتی پور کی سکونت کیسی مشکل چیز ہے۔  
روایت ہے کہ ایک روز ناروجی راستہ میں جا رہے تھے۔ راہ کی ایک جانب ایک  
بولا۔ لنگڑا فقیر بڑا تھا۔ اُس نے ناروجی سے پوچھا امان جاتے ہو۔ ناروجی نے کہا ہم دشمن  
بھگوان سے ملنے جاتے ہیں۔ فقیر نے کہا کافر ہمارے بھی یاد دلادینا۔ ناروجی نے پوچھا

وہی کہ جس نے اپنے آپ کو  
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو

ان کے لئے جو کہ ان کے لئے  
ان کے لئے جو کہ ان کے لئے

وہی کہ جس نے اپنے آپ کو  
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو

وہی کہ جس نے اپنے آپ کو  
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو

وہی کہ جس نے اپنے آپ کو  
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو

میوون سے گرانبار وہ اشجار کے ڈالے	لکھڑے ہوئے وہ دامن کسار پہ لالے
اڑتے ہوئے بالائے ہوا برون کے جھالے	دیکھے جو کوئی دور سے ہیں روئی کے گالے

وہ ابر کے ٹکڑوں کا تماشاجرون میں

جھرنوں کی صدائیں وہ پہاڑوں کے درون میں

اول توجیح کا سہانا وقت دوم یہ دلکش خوش منظر مقام دل میں عجیب فرحت مسرت پیدا کرتے تھے۔ برفستان کے پہاڑ کچھ فاصلے پر تو تھے مگر صاف نظر آتے تھے۔ دیر تک دور میں سے دیکھا کہ بلند پہاڑوں کی چوٹیاں سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھیں کہ جو سورج کی کرنوں سے سنہری ہو گئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونے کے پہاڑ ہیں۔ انکی عظمت و شان دیکھ کر دل پر عجیب پاک اثر طاری ہوا جو اسکو حلال ربانی کی طرف مائل کرتا تھا۔ تمام خیالات عالم زیرین سے ہٹ کر عالمائے بالا کی طرف رجوع اور صانع حقیقی کی صنعت کاملہ کے مشاہدہ میں مستغرق ہو گئے۔ عبادت کے لیے سو گئی مکان و زمان کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ عابد کو اسکا خیال رکھنا چاہیے۔ کچھ عرصہ کے بعد جناب پنڈت جی نے فرمایا دیکھو یہ پر فضا پہاڑ کیسے خوبصورت ہیں جن کے دیکھنے سے جی نہیں بھرتا۔ انہیں برفستان کے پہاڑوں کے قریب مہاتماؤں کے مسکن ہیں۔ ہم اس وقت ان سے قریب تر ہیں مگر تا وقتیکہ قرب باطن میسر نہ تو قرب ظاہر سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ قرب باطن بھگتی سے نصیب ہوتا ہے۔ اسی واسطے بھگتی کو اس قدر عظمت و بزرگی عطا کی گئی ہے۔ دراصل سچے بھگت ہی واجب التعظیم ہوتے ہیں۔ مہابھارت میں مذکور ہے کہ جب راجہ جید ہنٹر کا راج سو جاگ ہو چکا تو برہم بھوج یعنی کھانے کی تیاری کی گئی۔ اور برہمن سادھو سنیا سی بہت جمع کر کے آگاہ ہوا کہ لہذا کھانے کھلائے گئے۔ بھوجن کے بعد بہت دھننا دی گئی۔ ہمارا راج سری کرشن جی نے

۱- ستم، قتل و غارتگری در این کشور

سے لے کر اسی کے آخر تک، جس میں تمام باتیں بیان کی گئی ہیں، ان کے بعد اس کتاب کے اختتام پر ایک مختصر نوٹ لکھا گیا ہے، جس میں اس کتاب کے مقصد اور اس کے اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یومئذیہ کے لئے

یہ سب کچھ، عاقبتہ برائیوں کا،

[illegible][illegible]



و تسلیم میں مصروف رہتی تھیں۔ معاملات خانہ داری کی نگرانی بہت لیاقت سے کرتی تھیں۔  
 پنڈت جی کی خدمت و اطاعت دل سے بجالاتی تھیں تیز مزاج اور آزاد طبع تھیں اور  
 دنیا داری اُن میں چھو نہیں گئی تھی۔ جو دل میں وہی زبان پر اور اُسی کے مطابق افعال  
 بناوٹ سے سخت ناخوش ہوتی تھیں۔ اُن کی خدمت فیض کا ذریعہ تھا۔ میں نے سنا  
 ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ میں عشن حقیقی کا غلبہ ہوا تو آپ نے قربانی کا ہتھیہ کیا اور  
 سردارین جا کر شیوجی ہمارا ج کو سر چھٹا نا چاہا۔ پوجاری نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بیٹی  
 کیا کرتی ہو گناہ عظیم کی مرتکب ہونا چاہتی ہو۔ صبر کرو تمھاری طلب پوری ہوگی اور تم  
 حصول برعاکو پہونچو گی۔ اُس وقت سے ہمیشہ خوش و خرم رہتی تھیں اور جب ذرا فرصت ملتی تھی  
 تو باجے کے ہمراہ بہت سریلی آواز سے بھگتی کے پد گایا کرتی تھیں۔ پنڈت جی کی طرح  
 عالی دماغ تھیں ایک وقت سراپا آرام و آسائش شان و شوکت ہوتی تھیں دوسرے  
 وقت ننگے پاؤں صرف ایک ساری پہنے صحن مکان میں پھرتی تھیں ظاہر میں طالب  
 دنیا معلوم ہوتی تھیں مگر باطن میں تارک الدنیا تھیں۔ قطع تعلق بمقابلہ ترک تعلق کے  
 بدبھا آسان ہو مگر اصلی روحانیت ترک تعلق پر مبنی ہے۔ میں نے سچا ترک دیکھا تو پنڈت  
 جی صاحب اور ماتا جی میں دیکھا۔ نہ آئے کی خوشی نہ گئے کا رنج بھیر بہت مہربان تھیں  
 جب کبھی میں حاضری میں قاصر ہوتا تھا آپ زبان مبارک سے فرماتی تھیں کہ تم مقدور عمر  
 سے کہاں تھے ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔

پنڈت جی کے تخلیہ کے ملنے والے اور ان کے دلی دوست چند اصحاب تھے  
 جن کے جلسہ میں پنڈت جی صاحب غلی یا طبع ہوتے تھے۔ اس جلسہ میں کبھی علم باطن  
 کی گفتگو چھڑ جاتی تھی کبھی تعلیم ظاہر کا چرچا ہوتا تھا۔ کبھی شانتی پور کا لچ کے معاملات پیش



بڑے لا پرواہ سفر میں کہیں یہ رہ گیا کہیں وہ کھو گیا۔ یہ خبر نہیں کہ کون چیز کہاں ہے۔ اکثر اپنے ملازم سے کہتے ”بھوانی دیکھ تو سہی ہماری عینک کہاں ہے“ دل تو اور کہیں بیٹھا تھا دنیا کو دھیان کو کون دے۔ چونکہ مزاج تیز تھا خلعت طبع کار روانی پر عرصہ آجاتا تھا مگر دیر پا نہ ہوتا تھا۔ دیکھو یہی طغیانی آئی اور چلی گئی۔ پنڈت جی کے دلی دوست تھے اور مانا جی بھی اُن سے بہت محبت کرتی تھیں۔ چونکہ مکروہات دنیا سے نجات پا گئے تھے اس لیے آپ خود سراپا محبت اور پرہیزگار تھے۔ آپ کو صرف وہی شخص سمجھ سکتے تھے جو آپ کی قربت کا موقع پاتے تھے۔

۲۔ پنڈت کالی چرن صاحب۔ بہت مہنتی اور ضعیف تھے۔ اکثر بیماری و دیگر آفات دنیوی میں مبتلا رہتے تھے مگر صبر و استقلال سے کل مصائب کو برداشت کرتے تھے اُن کے اصلاحی شاکی نہوتے تھے۔ بڑے با مذاق و ظریف۔ آزاد طبع۔ خوش دل انسان تھے جس طرح کوئی خطرناک دریا کو عبور کر کے مطمئن اور خوش ہوتا ہے اسی طرح آپ پرورش شیاطین سے رہائی پا کر شادان و فرحان رہتے تھے۔ پنڈت جی کے عزیز و دلی دوست تھے گاہے گاہے جب فرصت پاتے تھے تو اُن کے تخلیہ کی صحبت میں شریک ہوتے تھے عموماً معاملات خانہ داری میں مشغول رہتے تھے۔ آمدنی کم و خرچ زیادہ اکثر اوقات فکر معاش میں مبتلا رہتے تھے۔ بچوں کی پرورش و تعلیم میں بہت کوشش کرتے تھے۔ اس قدر سادہ مزاج تھے کہ معمولی انسان اُن کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے جو صاحبِ واقعہ تھے اُن سے دلی محبت اور اُن کی دل سے تعظیم کرتے تھے اُن کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے اور اُن کی با مذاق گفتگو سننے کے شائق رہتے تھے آپ سے جب کوئی روحانی مضمون کی نسبت سوال کیا جاتا تھا تو آپ مختصر معنی کے طور پر

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

١٠٠ -

آیه - کافران و منافقان را که در میان شما هستند و با شما می‌آیند و با شما می‌روند و با شما می‌جنگند و با شما می‌فرارند و با شما می‌آیند و با شما می‌روند و با شما می‌جنگند و با شما می‌فرارند (۷)

[illegible]

خبر از کربلا در کتب معتبره و اخبار و شواهد و اقوال (۸)  
- خبر از کربلا در کتب معتبره و اخبار و شواهد و اقوال (۸)

کے لئے ہوتا ہے، اور اگر اسے دیکھ لیں تو اسے دیکھ لیں (۱۰)

[illegible]

(۱) در این کتاب که در دسترس است، از دسترس است؟ در دسترس است؟ (۲)

چندین سال در آنجا بود و از آنجا که او را خبر رسید که  
از کربلا شهادت یافته است، بسیار غمگین شد و فرمود:

[illegible]

کرشن دت - دیودت جی آپ ایسی تیزی سے کہاں جا رہے ہیں۔

دیودت - بھائی صاحب ! انا بانی کے بیاکھیاں سننے جاتا ہوں مجھے بوجہات آج دیر ہو گئی وہ وقت کی بہت پابند ہیں بیاکھیاں شروع ہونے کا وقت بہت قریب ہے اس واسطے میں تیز قدم جاتا ہوں۔

(ک) بھائی صاحب یہ انا بانی کون ہیں کچھ اُن کے حالات مجھ سے تو کہو۔

(د) اگر آپ کو کوئی کام ضروری درپیش ہو تو آپ میرے ہمراہ چلیے میں راستہ میں آپ سے اُن کے حالات بھی بیان کر دوں گا۔ اور آپ کو اُن کے لکچر میں بھی لیچلون گا۔

(ک) مجھے اس وقت کوئی خاص کام درپیش نہیں ہے شام کی ہوا خوری کو جاتا ہوں آپ کے ساتھ لکچر سننے چلون گا۔ آج کس مضمون پر بیاکھیاں ہو گا۔

(د) بھائی صاحب آج کا مضمون بہت ہی دلچسپ ہے سن کر آپ بہت خوش ہونگے ”اہل سلوک کی مشکلات“ آج کا مضمون ہے۔

(ک) دیودت جی یہ تو ایسا مضمون ہے کہ جس پر اہل طریقت ہی اپنے ذاتی تجربات سے کچھ کہہ سکتا ہے بھلا انا بانی بیچاری اس مضمون پر کیا کہیں گی۔

(د) بھائی صاحب آپ شامتی پور کے ساکن ہیں مگر افسوس آپ کو یہ خبر نہیں کہ انا بانی کون ہیں آپ لکچر سن کر خود ہی معلوم کر لیں گے کہ وہ کیا چیز ہیں اور اُن کو کس قدر علم و واقفیت ہے۔

(ک) اچھا تو آپ میرا اشتیاق نہ بڑھائیے مجھے اُن کے حالات سنائیے۔

(د) بھائی صاحب یہ پنڈت بہنت دیو کی دھرم بیتی یعنی بی بی ہیں۔ شروع میں دیندارنگر میں رہتی تھیں۔ پنڈت جی ہنوز وہیں مقیم ہیں مگر پنڈت تانی جی نے عرصے

[illegible][illegible][illegible]

برائے ہوا خوری اپنے باغیچہ میں چل قدمی کرتی ہیں۔ گاہے گاہے سوار ہو کر باہر بھی چلی جاتی ہیں جب واپس آتی ہیں تو کبھی پنڈت جی کے تخلیہ کی صحبت میں شریک ہو جاتی ہیں کبھی اپنے مکان پر دوست و احباب کے جلسہ میں بیٹھ جاتی ہیں جس میں اکثر علمی مباحثے چھڑ جاتے ہیں۔ کبھی مبتدیوں کے سوالات حل کرتی ہیں قریب نو بجے کے کھانا کھاتی ہیں اور دس کے قریب سو جاتی ہیں۔ اس قدر کام کرتی ہیں کہ شاید تین چار آدمی مشکل سے کر سکیں۔ پھر لطیف یہ کہ جتنا بھی کام ہے سب شکام محض بغرض رفاہ عام شانتی پورا کالج کا انتظام۔ کتابوں کی تصانیف خطوط کے جوابات۔ وقتاً فوقتاً بیاکھیاں۔ کالج کے جلسوں میں شرکت۔ تعلیم منوان کی طرف توجہ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض بہت ہی حد تک فرصت ہوتی ہیں۔ جب کوئی صاحب ملنا چاہتے ہیں تو بوقت تمام کچھ وقت نکالتی ہیں مضابطہ عقد کہ جسم و سن دونوں کو غلام بنارکھا ہے۔ وقت کی ایسی پابند کہ سنٹون کا تجاوز ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ قول کی ایسی پابند کہ جو جس سے کہد یا گویا پتھر کی لکیر ہو گئی جہیں سر ہو فرق نہیں آسکتا۔ محبت و ہمدردی سے ایسی مہمور کہ دوسروں کی نفع رسانی اُن کا عین مہم اور ایمان ہے اب تو بیاکھیاں کا مکان بھی آگیا ہے۔

(ک) بھائی صاحب یہاں تو کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہیں بے شمار آدمی جمع ہیں۔  
(د) ہم کو دیر ہو گئی کچھ پہلے سے آتے تو اچھی جگہ لمجاتی۔ سامعین گھنٹوں پہلے سے آکر جگہ گھیر لیتے ہیں خیر جان قدم رکھنے کی جگہ ملے کھڑے ہو جاؤ۔

(ک) سامنے منبر پر جو نورانی چہرہ نظر آتا ہے کیا یہی انا بائی ہیں۔

(د) ہاں یہی انا بائی ہیں۔ اب غور سے سنو بیاکھیاں شروع ہوتا ہے۔

(ک) بھائی صاحب میں نے کل لکچر بہت غور سے سنا بہت مخطوطہ ہوا۔ انا بائی





انسان میں پوچھتے ہیں۔ مدت مدید تک وہ وحشی جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں بہت جہنموں کے بعد کچھ شعور آتا ہے تو کمروہات عالم میں مبتلا غلطان و بچان بچان سفر دور و دراز میں چلے جاتے ہیں۔ اُن کو یہ خبر نہیں کہ ہم کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جاتے ہیں ۵

کس قدر اے زندگی نا آشنا جانا ہوں میں  
کس لیے آیا تھا آخر کیوں چلا جانا ہوں میں

روزمرہ کی ضرورتوں و خانہ داری کے تعلقات میں شب و روز مصروف رہتے ہیں جب کچھ فرصت ملتی ہے اور کچھ روپیہ ہاتھ آتا ہے تو لذات حسی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بہت جہنم اس طرح گزر جاتے ہیں۔ اس حالت میں انسان اپنے آپ کو ہر تنہا سمجھتا ہے خیال نہیں ہوتا کہ روح بھی اُس میں کوئی چیز ہے ۵

انچہ مار دیم بر خود بیچ نابینا نہ کرو  
در میان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

عموماً دو قسم کے انسان مصائب سفر ہفت منزل کو اختیار کرتے ہیں۔ اول وہ جنگجو تکلیف مصیبت بیماری مایوسی آگھیرتی ہے اور کوئی صورت آرام و آسائش بیان نظر نہیں آتی تو وہ اس عالم سے دل برداشتہ ہو کر عالم بالا کی طرف رجوع کرتے ہیں ۵

مار موی گھر سمیت ناسی  
مونڈ مونڈاے بھٹے سنیا سی

اکثر مرن میں تو کیا ویراگ ہوتا ہے مگر بعض میں بچا ویراگ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ دو دن ہفت منزل کے پچاٹک کے اندر داخل ہو کر سفر ہفت منزل شروع کرتے ہیں اور

[illegible][illegible]

منزل آزاد نگر بنوڑ آپ کو طے کرنا باقی ہے۔ اُسکے بعد سرور نگر آپ کی منزل مقصود اور وطن  
 قدیم ہے۔ یاد رہے کہ شانتی پور میں مدت دراز کی سکونت آزاد نگر میں داخل ہونے کا  
 استحقاق پیدا کرتی ہے۔ شانتی پور کے باشندے ہی آزاد نگر کی سکونت کے مستحق ہوتے  
 ہیں۔ کامیاب آزاد نگر اسی بستی کے باشندوں میں سے مزید تجویز کر کے اُن کو تلقین کرتے  
 ہیں۔ تعلیم مثل تعلیم ظاہری کے دماغی نہیں ہوتی بلکہ قلبی ہوتی ہے۔ لہذا پیر و مرید کے  
 درمیان کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو اس تعلیم میں خلل نہیں ہو سکتا۔ جب طالبین قابلیت علم  
 معرفت کی آجاتی ہے تو مرشد کامل اُس کو اپنی مریدی میں لیتا ہے جب گرو چیلے کا رشتہ  
 و تعلق ایک مرتبہ قائم ہو جاتا ہے تو وہ جنم جنم برابر سلسلہ وار چلا جاتا ہے اور تا وقتیکہ مرید  
 اُسکو خود نہ توڑے ہرگز ہرگز نہیں ٹوٹتا جب تک مرید کے دل میں یہ طریقت کی بزرگی  
 تعظیم و اطاعت اور تعلیم و تلقین کے قواعد کی پابندی رہتی ہے تب تک یہ رشتہ برقرار جاری  
 رہتا ہے۔ اس رشتے کے ٹوٹنے کا ایک ہی سبب ہوتا ہے وہ یہ کہ جب مرید  
 اسروں کے قابو میں آکر اُن کے اغواء سے راہ سلوک کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتا ہے اور  
 نفس امارہ کے غلبہ سے اُن کے گروہ میں شریک ہو جاتا ہے۔ تب یہ رشتہ پیری مریدی کا  
 مفقود ہو جاتا ہے۔ جو شخص خاص اعمال و ریاضت کے ذریعہ سے بڑی قوتیں اور  
 سدھیاں پیدا کر لیتے ہیں عالم ملکوت و جبروت میں جانے کی قدرت رکھتے ہیں اور اپنی  
 حاصل شدہ قوتوں سے اغراض خودی پوری کرتے ہیں وہ اُس سر کھلاتے ہیں انھیں  
 کو مار۔ راکش و شیطاں بھی کہتے ہیں۔ یہ گروہ شیطاں پیران طریقت سے مخالفت  
 رکھتا ہے اور اصحاب سلوک کو گمراہ کر کے اپنے گروہ میں لانے کی ہمیشہ کوشش کرتے  
 وہ اپنی قوتوں کے زور سے عمر دراز حاصل کرتے ہیں مگر آخر کا دور ظہور کے آخر میں

۱۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۲۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۳۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۴۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۵۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۶۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۷۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۸۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۹۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو  
 ۱۰۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی میں سے  
 وہ لمحہ نکال دے جس میں میں نے تجھ سے کبھی کبھار غفلت کی ہو

ان شیاطین کے حملوں سے اُسکو کیوں نہیں بچاتا۔ جواب یہ ہے کہ خالق کا منشاء انسان کو اپنی ذات و صفات کا آئینہ بنانے کا ہے اور تنسیخ خودی اور ظہورِ انانیت اعلیٰ اسکا ذریعہ ہے پس مریدوں کو ان حملوں سے بچایا جاوے تو خودی دور ہو طالب کچا رہ جائے اور خالق کا منشا قوت ہو جائے۔ ہاں جسقدر مدد قوانین قدرت کے مطابق وہ دے سکتا ہے ضرور دیتا ہے مگر طالب کو راستہ اپنے ہی پیروں چلنا پڑتا ہے جس وقت طالب میں طینت اعلیٰ ترقی پر پہنچتی ہے اور روحانیت کا شوق افزوں ہوتا ہے اور وہ سفرِ ہیئت منزل کے لیے کمر باندھتا ہے اُسی وقت سے یہ اُسروگ طینتِ ادنیٰ کو تحریک دیکر اُسکو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں اور منزلِ شانتی پر رتک نہیں آنے دیتے۔ خاص مستقل مزاج طالب اپنے گذشتہ جنموں کے نیک اعمال اور موجودہ جنم کے علم و عمل کی مدد سے اس مقام پر پہنچے ہیں یہاں کے قیام سے اُن کی طاقت روز بروز بڑھتی ہے اور وہ اس جنگِ عظیم میں شریک ہونے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ بعض کے قدم راہِ راست سے دُگ بھی جاتے ہیں مگر اولوالعزم سچے طالب عموماً کامیاب ہوتے ہیں جب سے گرو سے رشتہ قائم ہوتا ہے تب سے یہ شیطان اور رکوشش کرتے ہیں کہ سالک کو آگے چلنے سے روکین اور اُن میں خودی کا غلبہ پیدا کر کے اُن کو اپنے گروہ میں شامل کرین طرح طرح کی طمع دیتے ہیں اور انواع و اقسام کے خوف دلاتے ہیں۔ اگر سالک اُن کی طرف رُخ نہیں کرتا تو وہ اُسکو بہت تکالیف جسمانی و دماغی پہنچاتے ہیں تاکہ وہ سالک راست سے باز رہے۔ ایک سمت سے ہر ت مدد کی زبردست خودی ان شیاطین کی تحریک سے طالب میں زور کرتی ہے دوسری سمت سے تکالیف کی بوجھا رہوتی ہے۔ اس مصیبت میں برسے سالک ثابت قدم رہتے ہیں اور زندگانی کا پھل چکھتے ہیں جسقدر طالب اُن کے مقابلہ میں مستقل مزاج

[illegible][illegible]

وہی ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کو پالیا اور ان کو مرانا چاہتا ہے۔

[illegible][illegible]

اور سخت سے سخت سامان پنج انگلی روح کے روبرو پیش کیے جاتے ہیں جب طالب اس امتحان میں مستقل رہتے ہیں اور قابل اطمینان سمجھے جاتے ہیں تب وہ مقبول مردوں میں شامل کیے جاتے ہیں اور چار سبقوں کے ذریعہ سے جن کو سنسکرت میں سنسکار کہتے ہیں کمال روحانی حاصل کرتے ہیں۔ جن طلباء کو یہ پیر طریقت کی تعلیم نصیب ہوتی ہے انکو دوج کہتے ہیں۔ دوج کے معنی ہیں جس نے دوسرا جنم پایا۔ ایک جنم تو انسان کا مان باپ سے ہوتا ہے دوسرا مرشد کامل سے کہ جسکے ذریعہ سے روح انسان عالم بالا میں پیدا ہو کر ان چار سبقوں کے ذریعہ سے مکمل ہوتی ہے۔ یہ بین روحانی ہوتے ہیں مزدماغی یعنی اس جسم کشف میں نہیں ہوتے بلکہ اجسام لطیف میں ہوتے ہیں۔ وہ چار ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) جب سالک پہلا سبق اپنے پیر طریقت سے پاتا ہے تو اس کو سنسیاسی یعنی تارک کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مبتدی یہ پہلا سبق پا کر پورا تارک ہو جاتا ہے۔ اس عالم کی کوئی کشش اس میں باقی نہیں رہتی۔ اسکی کوئی جائے سکونت مستقل نہیں ہوتی جب ہر ایک اپنے پیر و مرشد کے وہ عالم میں بجا متعلقہ اپنے آتا جاتا ہے اور کسی خاص جگہ کا پابند نہیں ہوتا یہ پہلا سنسکار جسم لطیف میں ہوتا ہے کہ جسکی سالک کو پوری خبر ہوتی ہے۔ اسی کا نام دوسرا جنم ہے۔ اس سنسکار سے انسان اس عالم سے قطعی علیحدہ ہو کر عالم بالا میں پیدا ہوتا ہے اور پھر اس عالم کو واپس نہیں آتا یعنی اس عالم سے پھر کسی قسم کا تعلق دوبارہ پیدا نہیں ہوتا اس پہلے سنسکار کو پاکر عموماً سات جنم میں سالک جیون مکتی کے مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ اس سنسکار سے دوسرے سنسکار میں پہنچنے تک تین امور کا ترک لازمی ہے۔ اول ترک خوری اس مرتبہ کو پہنچ کر سالک کو پورا علم انانیت شخصی کا ہو جاتا ہے اور پھر وہ کبھی اُسکے دھوکے میں نہیں آتا۔ بیان مرید کو عین یقین ہو جاتا ہے کہ روح ایک ہی ہے جو جمادات نباتات





یعنی کشف و کرامت پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہاں مرید کا دائرہ خدمت وسیع ہو جاتا ہے یعنی عالم ظاہری ہی تاک محدود نہیں رہتا بلکہ عالمہای بالا میں بھی اُس سے کام لیا جاتا ہے۔ بجائے جسم کشیف کے اجسام لطیف سے بھی وہ کام کرتا ہے۔ تاوقتیکہ طالب کے قواعد باطنی کا رُکھ نہوں۔ تاوقتیکہ کسی چشم بصیرت نہ کھلے۔ تاوقتیکہ اُس کے پردے نہ اُٹھیں۔ اُسہرِ قلبیت خدمات اعلیٰ کی پیدا نہیں ہوتی جب تک طالب میں کُنڈلنی شکتی نہیں جاگتی تب تک میں جسم کشیف کو چھوڑ کر اجسام لطیف میں جانے اور کام کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی پس کنڈلنی شکتی کا جگانا اس موقع پر لازمی ہوتا ہے جب کُنڈلنی شکتی جاگتی ہے تو انسان کو اجسام لطیف میں جانے اور کام کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور عالم ظاہری اور باطنی کے درمیان جو پردے حائل تھے وہ اُٹھ جاتے ہیں اور اُس میں وہ قوتیں پیدا ہوتی ہیں جنکو سڈھی کہتے ہیں۔ جو لوگ قبل ازینہ شکتی خودی ان پردوں کے اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ تنہا کی کتابوں میں ان پردوں کے اُٹھانے اور سڈھی حاصل کرنے کے طریق لکھے ہیں انکے مطابق عمل کرنے سے سڈھیان حاصل ہو جاتی ہیں مگر بجائے فائدہ کے ان سے نقصان پیدا ہوتا ہے ایسے اشخاص کی صحت جسمانی اور دماغی میں فرق آجاتا ہے اور بسا اوقات وہ فاتر العقل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ قبل ازینہ شکتی عقل نخل حیات سے کچے پھل کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور بلا طہارت و صفائی قلب اس معبد المعابد میں قدم رکھنا چاہیے۔ اس مقام کی ایسی پاک ہوا ہے کہ وہاں کوئی ناپاک شے ٹھہر نہیں سکتی۔ صرف پاک و صاف دل مرید اپنے مرشد کامل کی زیر ہدایت اس معبد میں بے خطر پہنچ سکتا ہے۔ اس دوسرے سنسکار کو پاکر صرف

لے نوٹ۔ کنڈلنی شکتی ایک روحانی قوت ہے جو ایک خاص مقام پر سالک میں نمودار کرتی ہے ۱۲



خاص قوم و ملت سے باقی نہیں رہتی۔ بھگوت گیتا میں ایسے اشخاص کو ہمدردی کہا ہے کہ جو گیمانی برہمن اور کتے کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں دیکھتے اُن کی نظروں میں ہر شے برہمن ہی معلوم ہوتی ہے ۵

اُسی کو ہم نے ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا  
اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

کیونکہ وہ وحدت پر پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ وہ آتما کو دیکھتے ہیں لہذا بیرونی لباس پر انکی نظر نہیں جاتی بلکہ اُن کو ہر ذی روح سے پریم ہوتا ہے اور کسی سے نفرت باقی نہیں رہتی جو شخص اُن کے قریب آتے ہیں اُن کے ترجمہ ربانی کے اثر کو محسوس کرتے ہیں۔ اسی واسطے لکھا ہے کہ سچے سادھو ہر مخلوق کے دوست ہوتے ہیں دل انکا ذات پارسی کے ساتھ رہتا ہے اور پدینہ جب ہر قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ ہر شے اُن کے احاطہ محبت میں آجاتی ہے۔ دہائی سے رہائی پا کر سالک چوتھے سنسکار میں پہنچتا ہے۔

(۴) اس آخر مرتبہ کو پریم ہنس کہتے ہیں۔ افسوس کہ یہ اعلیٰ مرتبہ فی زمانہ محض تعظیماً لاپتہ ہے اصلیت کے دیا جاتا ہے۔ اصلیت زائل ہو گئی محض ظاہر داری باقی ہے۔ یہ چوتھا سنسکار حیوان گتی سے پہلے ہوتا ہے۔ حالت بیداری میں سالک اس سنسکار ہونے پر عالم تریا یعنی لاہوت میں پہنچتا ہے۔ اسکو جسم کثیف چھوڑ کر عالم لاہوت میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس جسم میں رہ کر وہ عالم لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ اُس کا علم اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ علم دماغی سے گذر کر علم تریا تک پہنچتا ہے۔ اس مرتبہ کو پونچکر سالک کے آخری پانچ قیود دور ہو جاتے ہیں۔ اول روپ راگ یعنی خواہش ہستی باصورت باقی نہیں رہتی دوم اروپ راگ یعنی خواہش ہستی بے صورت دور ہو جاتی ہے۔ سوم ان یعنی فخر سے لہائی ہوتی ہے

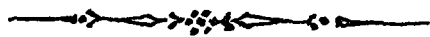
۱- در این کتاب که در دسترس است و در میان مردم  
راشور و اندک دیگر - از آنجا که در میان مردم  
نیز در این کتاب که در دسترس است و در میان مردم

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥  
 ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

[illegible]

تو وہ ان چار سبقوں کے ذریعہ سے جو پیر طریقت سے نصیب ہوتے ہیں درجہ کمال کو پہنچتی ہے۔

اے سامعین۔ ان کل بارہ سبقوں کا حاصل تنبیخ خودی ہے جو روح کو کمال انسانی پر پہنچاتی ہے اور کارساز حقیقی کا متشاہد کر دیتی ہے۔ اس لیے ہر لمحہ تمہاری نظر اس طرف رہے کہ یہ مودی تمہارے پاس نہ آنے پائے۔ یہی ایک دشمن جانی تمہارا ہے۔ اس سے رہائی پا کر تم کو سرور سرمدی نصیب ہوگا اور تکلیف سے ہمیشہ کے لیے رہائی حاصل ہوگی۔



کے لئے جس کو کہنا ہے

پیر

دوم ویراگ سوم شانتی۔ چارم خواہش نجات جسقدر انسان میں محبت صادق اور ندرت  
 خلق زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر وہ کمکت پرشون کو اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ کل انسان  
 کمکت پرشون کے نزدیک برابر ہوتے ہیں اور اُن کے رحم کے ظرت ہوتے ہیں مگر ادھکار کے  
 لحاظ سے وہ اُنکی توجہ اور مدد خاص کے لائق ہوتے ہیں جو نیک کرم کرتے ہیں وہ اُن کے  
 قریب پہنچتے جاتے ہیں اور جو بُرے کرم کرتے ہیں وہ اُن سے بعید تر ہوتے جاتے ہیں  
 جن کو اُن کے وجود کا یقین نہیں وہ ہرگز اُنکی توجہ کے لائق نہیں ہوتے جن کو انہیں اعتقاد ہے  
 وہ کسی وقت اُنکی قدمبوسی حاصل کرتے ہیں اور اُن سے فیض پاتے ہیں۔ اسلیے کمکت پرشون میں  
 اعتقاد و یقین لکھنا بہت ضروری ہے۔ اعتقاد سے اُنکی قربت کی خواہش ہوتی ہے اور اس  
 خواہش سے ادھکاری بننے کی کوشش کی جاتی ہے جو کمکت پرشون کو اُن کی طرف مائل کرتی ہے  
 چونکہ کمکتی کے بغیر عارضی شکھ اور دکھ سے رہائی نہیں ہوتی۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ ادھکاری  
 ہونے کی کوشش کرے تاکہ کمکت پرشون اُسکو ملین اور طریقہ نجات بتائیں۔

کمکت پرشون کے سات درجے ہوتے ہیں۔ یوگی سادھو۔ منی۔ رشی۔ مہرشی  
 مہاتما۔ برہمن۔

## یوگی

خارجی علیحدگی دور ہو کر یگانگی باطنی کا محسوس ہونا یوگ کہلاتا ہے جسکو یوگ حاصل ہے  
 وہ یوگی ہے خودی علیحدگی پر مبنی ہے۔ چونکہ یوگی یگانگی باطنی کو محسوس کرتا ہے لہذا اُسکی خودی  
 دور ہوتی ہے اور خودی کے دور ہونے پر رغبت و نفرت بھی جاتی رہتی ہے۔ لہذا عارضی شکھ  
 اور دکھ بھی دور ہو جاتے ہیں۔ تقریب مکان و زمان و اشیاں بھی علیحدگی پر مبنی ہے۔

(75)

۱- چنانچه مندرجہ ذیل

۱۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۲۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۳۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۴۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۵۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۶۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۷۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۸۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۹۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔  
 ۱۰۔ کہ جس نے ایمان لایا اور عمل صالح کیا وہ ہم سے ہے۔

۱۰۰ -

[illegible]



جو ایشور کے شکپ (ایکوم پنوسام) کا سادھن کرے اور کرائے وہ سادھو ہے یا دھو  
 سب میں اس شکپ کی تحریک کرتا ہے اور شکپ کی تکمیل میں مدد دیتا ہے۔ سادھو راہ  
 ساوک کو جانتا ہے اور اُسی سے اور لوگ طریقت کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے سادھو  
 سنگ کا بڑا ہاتھ مینی بزرگی ہے۔ ادپیش کی غرض سے سادھو ہر جگہ آتے جاتے ہیں اس لیے  
 سادھو جب آوین تب اُنکی تنظیم و خدمت کرنی چاہیے۔ جیسے ملیا اگر کا چندن جہان ہوتا ہے  
 وہاں اور درخت بھی خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سچے سادھو جہان جاتے ہیں ان  
 سب لوگ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے سادھو کے ست سنگ حاصل کر نیکی کوشش کرنی  
 چاہیے کیونکہ اُسی کے سنگ سے راحت حاصل ہوتی ہے اور شکپ کا سادھن ہوتا ہے۔  
 سادھو جل تو کا پورا گیانی ہوتا ہے اور جل تو کے ذرات پر اسکو پوری قدرت حاصل  
 ہوتی ہے۔ وہ ان ذرات کو ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر پہنچاتا ہے۔ اُن کے اجتماع علیحدگی  
 قیام اور تحریک سے مختلف اشیاء کثیف و لطیف کو ترتیب دیتا ہے اور سردی کی کمی وبیشی کا  
 لحاظ وقت و ضرورت انتظام کرتا ہے۔ پانی کے جانوروں کو پیدا کرتا ہے اور جہان جہان  
 پانی کی ضرورت ہوتی ہے اُسکو وہاں پر پہنچاتا ہے۔ بادل بارش وغیرہ جل کے متعلق  
 اُکا روائی سادھو کے اہتمام سے ہوتی ہے۔ موسم کے دیوتا سادھو کے زیر حکم کارروائی  
 کرتے ہیں۔ دریا سمندر وغیرہ کا انتظام سادھو کے تعلق ہے۔ جل کا گن رس یعنی ذائقہ  
 ہے۔ رس کی کمی وبیشی کے منتظم سادھو ہوتے ہیں۔ تمام اشیاء میں کھٹا میٹھا وغیرہ کھٹس  
 یعنی چھ قسم کا ذائقہ سادھو پیدا کرتے ہیں۔ انسان و حیوان کو وہی قوت ذائقہ دیتے ہیں  
 اشیاء میں ترشی خشکی جل کی کمی وبیشی سے ہوتی ہے اور یہ کمی وبیشی سادھو کے انتظام سے  
 ہوتی ہے۔ اس طرح جمادات نباتات حیوانات اور انسان میں جل کے ذرات کے تعلق



## رشی

رشی وید مارگ کو جانتے ہیں اور حسب ضرورت اُسکا آپدیش کرتے ہیں جس جگہ جہت  
 گیان کی ضرورت دیکھتے ہیں اُسی قدر گیان دیتے ہیں۔ اُسی کے مطابق کتابیں بناتے ہیں  
 جن کو آرش یا کہ یعنی رشی کا کلام کہتے ہیں۔ یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ متعلق کرم۔ ۲۔ متعلق  
 اوپاسنا۔ ۳۔ متعلق گیان۔ ۴۔ متعلق ہر سہ سچا لیت مجموعی۔ ان کلاموں سے انسان منکسپ  
 سادھن کے طریق معلوم کرتے ہیں اور اُن پر عمل کرنے سے منزل مقصود کو پہونچتے ہیں  
 جس جگہ پر جن کتابوں کی ضرورت دیکھتے ہیں وہاں اُنکا انتظام کر دیتے ہیں اور جن کتابوں کی  
 جہاں ضرورت نہیں رہتی اُن کو وہاں سے ہٹا دیتے ہیں۔ ان رشیوں کی کتابوں سے رنج  
 و راحت کے اسباب کا علم ہوتا ہے۔ نیز قوانین قدرت سے مطابقت و مخالفت کا علم ہوتا  
 ہے جس سے انسان مطابقت و موافقت کو اختیار کرتا ہے اور مخالفت کو ترک کرتا ہے  
 رشی وایوتو کی کریا کو خوب جانتا ہے اور اُس پر قادر ہوتا ہے۔ وایوتو کے ذرات کو  
 حسب ضرورت قائم کرتا ہے اور اُنکا اجتماع علی گئی اور تخریک سے وایو کے متعلق کل کارروائی  
 کرتا ہے۔ جہاں جہت روائی کی ضرورت دیکھتا ہے ہم پہونچاتا ہے۔ وایو میں رہنے والے پرندوں  
 کو پیدا کرتا ہے۔ وایو کا گن سپریش یعنی لمس ہے۔ اہذا سختی و نرمی وغیرہ جو وایو کے ذرات سے  
 پیدا ہوتی ہیں رشی کے زیر اہتمام ہوتی ہیں۔ وایو کا کام حرکت ہے اہذا عالم میں کل حرکت الی  
 تخریک سے ہوتی ہے۔ اس کل کارروائی کے نگران رشی ہوتے ہیں کہ جن کے ماتحت وایو کے  
 متعلق دیوتا کام کرتے ہیں۔ پرتھوی جل تجیس وایو کی کجائی و جداگانہ حالت کو رشی بخوبی سمجھتے ہیں  
 جہاں جس تتو کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اُسکو تخریک کرتے ہیں۔ اس طرح کام کرتے ہوئے  
 رشی ترقی پا کر ہر رشی کے مرتبے کو پہونچتے ہیں



## مہاتما

مہاتما کا کام مہاکاش میں ہوتا ہے۔ انسانوں کے ظاہری و باطنی افعال کے نتائج قوانین قدرت کے مطابق مہاتما قائم کرتے ہیں اور ان نتائج کے بھوک کی میعاد بھی وہی قائم کرتے ہیں۔ انسانی کرم کے متعلق تمام دیوتاؤں کے زیرِ حکم کام کرتے ہیں جبکہ غنڈگان کرم ہتے ہیں مہاتما سچت کرم میں سے ایک حصہ جنم آئندہ کی واسطے معین کرتے ہیں جبکہ پراربد ہتے ہیں اس پراربد کے مطابق غنڈگان کرم انسان کو ایسی ملک و قوم و خاندان میں اور ایسے والدین کے گھر وقت مناسب پر جنم دیتے ہیں۔ جہاں اُس کے پراربد کرم کا پورا بھوک ہو سکے اور جہاں اُس کے افعال گزشتہ کے مطابق اُس کے جسمانی و دماغی و روحانی قوی کے طور کا پورا موقع ملے۔ قوی کرم کے لحاظ سے ملک و قوم کی حالت قائم کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی علمی تحقیقات کے مسئلہ پر مدت تک خوض کرتا ہے اور اُس کو حل نہیں کر سکتا تو ضرورت ملک و وقت کا خیال کر کے مہاتما اُس کو مدد دیکر وہ مسئلہ حل کر دیتے ہیں اور اہل سلوک کو ان کی قابلیت کے مطابق بذریعہ جسم لطیف مدد دیتے ہیں۔ اس طرح کام کرتے ہوئے مہاتما برہمن کے مرتبہ کو پہنچتے ہیں۔

## برہمن

برہمن کا کام بڑھیا کاش میں ہوتا ہے۔ سدبھی یعنی فہم راست برہمن کے اوپر ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے کرم کے مطابق وہ دی جاتی ہے۔ اس سدبھی کے ذریعہ انسان اپنی روحانی ضرورتوں کو سمجھتا ہے اور دستِ سنگ و بچار کے ذریعہ سے ترقی روحانی حاصل کرتا ہے۔ سدبھی کی ترقی سے کارن شریر ترقی پاتا ہے۔ برہمن کارن شریر کی ترقی میں مدد دیتے ہیں



# منزل ہفتم

## کتھا

سرور نگر عرت آند نگر

ایکو ہم بھوسیا م

جہان عالم و معلوم نہیں متکلم و متکلم نہیں وہاں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ کچھ ضرور ہے کہ جس سے اس عالم کا ظہور ہوا ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب  
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ہم اس عالم میں ہر شے کا بہاؤ اور ابہاؤ یعنی وجود و عدم دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہاؤ اور ابہاؤ کی ہمیشہ کوئی اصل ہوتی ہے جو ان دونوں کا موجب و سبب ہوتی ہے۔ اصل میں پہلے ایک شے کا ابہاؤ ہوتا ہے بعد کو اس کا بہاؤ ہوتا ہے اسکے بعد پھر اسی میں اس کا ابہاؤ ہو جاتا ہے۔ مثلاً میز کرسی کے بہاؤ اور ابہاؤ کی اصل لکڑی ہے اور لکڑی کے بہاؤ اور ابہاؤ کی اصل مٹی ہے۔ مٹی کے بہاؤ اور ابہاؤ کی بھی کوئی اصل ہوگی۔ اسی طرح اس عالم اور ہر عالم اور ان کی کل اشیاء کی کوئی اصل اور آخری سبب لازمی ہے کہ جو بہاؤ اور ابہاؤ دونوں سے سبب و ادائیگی اور لاتعین ہے جس سے کل اشیاء کے بہاؤ اور ابہاؤ ہوتے





جب برہما جڑ کے ظہور کا وقت آتا ہے توست میں ایک سپر انڈر مرکز قائم ہوتا ہے یہ وہ فردیت ہے کہ جو ہمارے لے کے سکون کے بعد ایشورین کر اب سرشتی کرنے کو آمادہ ہے۔ جب یہ ایشور اپنے آپ کو اکیلا پاتا ہے تب اُس میں ایکوہم کی وجہ سے فرط سرور کے باعث یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جیسے میں اکیلا سرور ابدی سے فیضیاب ہوں ایسے اور بہت ہونے چاہئیں۔ خیالچہ وہ اپنی قوت ارادی سے عالم کی پیدائش کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ لہذا ایکوہم یعنی میں ایک ہوں بھو سیام یعنی بہت ہو جاؤں۔ یہ ایشور کا آدمی شکلپ یعنی ہارادہ اول سرشتی کا باعث ہے۔ چونکہ ذات واحد کا ارادہ خلوت سے جلوت میں آئیکا ہوا ہے اور سوائے اُس کے کوئی دوسرا وجود نہیں لہذا مثل اپنے ہی بہت ہو سکتا ہے اس لیے فعل واحد تکلم ہے نہ واحد غائب یعنی مثل میرے اور بہت ہو جائیں۔ ایشور کی نسبت شویتا شتر او پیشدین حسب ذیل لکھا ہے۔

۱۔ وہ قیود مکان و زمان سے مبرا ہے اس عالم کا خالق ہے اور عالم کے بقا و فنا کا وہی باعث ہے۔

۲۔ ایک ہی خالق اپنے کل مخلوق میں مستتر ہے وہی سب کا شاہ ہے وہی وحدہ لا شریک اس عالم کے قیام کا سبب ہے۔

۳۔ ایشور ہی اپنی قوت ارادی سے عالم کو پیدا و فنا کرتا ہے جو اُس کو جانتے ہیں وہی موت سے رہائی پاتے ہیں باقی سب رنج و الم میں مبتلا رہتے ہیں۔

۴۔ پرکرتی ثانی ہے۔ پرش باقی ہے۔ دونوں کا مالک ایشور ہے اُسی کے دھیان گیان اور قربت سے مایا سے رہائی حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ ایشور میں ودیاد او دیاد و نون مخفی رہتی ہیں۔ پرکرتی راودیا ہے اور پرش راودیا ایشور

۱- تہذیب و تمدن

۲- علم و ادب  
۳- فنون و صنایع  
۴- تجارت و معاش  
۵- سیاست و حکومت  
۶- اخلاق و معاشرت  
۷- تفریح و ورزش  
۸- تعلیم و تربیت  
۹- سوغات و صنایع  
۱۰- تہذیب و تمدن

۱۱- تہذیب و تمدن

۱۲- تہذیب و تمدن

۱۳- تہذیب و تمدن

۱۴- تہذیب و تمدن

۱۵- تہذیب و تمدن

۱۶- تہذیب و تمدن

۱۷- تہذیب و تمدن

۱۸- تہذیب و تمدن

جب سریشی کے آغاز کا وقت آتا ہے تو ہمارا ج سے نور کی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں ان شعاعوں میں ہمارا ج کی صورت ہر نقطہ پر رہتی ہے کیونکہ پرکاش وان بنی پرکاش میں ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ اسی کو انش کہتے ہیں۔ برہما جی لائیں میں قہین مکان و زمان قائم کر کے محدود خلا کے اندر جس کو مول پر کرتی کہتے ہیں ان انشوں کو لیکر ترتیب دیتے ہیں مول کرتی میں آتے ہی ان انشوں کا نام جیو ہوتا ہے جس حالت میں وشنو جی ہمارا ج اور شیو جی ہمارا ج رہتے ہیں اُسکو آدی تو کہتے ہیں اور جس حالت میں برہما جی رہتے ہیں اور جہاں انشوں کا جیونام ہوتا ہے اُسکو انوپاوک تو کہتے ہیں۔ آدی تو سے انوپاوک تو پیدا ہوتا ہے اور انوپاوک تو سے اکاش پیدا ہوتا ہے جس میں ترتیب سے جیو داخل ہوتے ہیں۔ یہاں انکی بہت لطیف حالت ہوتی ہے۔ اکاش کا گن شب یعنی آواز ہے۔ آکاش میں تحریک ہونے سے دایرہ پیدا ہوتی ہے جس کا گن پیرش یعنی لمس ہے۔ دایو میں تحریک ہونے سے تیجس پیدا ہوتا ہے جس کا گن روپ یعنی صورت ہے۔ یہاں پونچکر جیو کا روپ بھاگ ہوتا ہے یعنی وہ مختلف صورتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر جیو کا انی (अणि) نام ہوتا ہے۔ تیجس میں تحریک ہونے سے جل پیدا ہوتا ہے جس کا گن رس یعنی ذائقہ ہے۔ یہاں جیو کا انو (अणु) نام ہوتا ہے۔ جل میں تحریک ہونے سے پرتھوی پیدا ہوتی ہے جس کا گن گندہ یعنی بو ہے پرتھوی میں پونچنے پر جیو کا پرمانو (परमाणु) نام ہوتا ہے۔

چونکہ ایکو ہم بھو سیام آدی منکھپ یعنی ارادہ اول ذات واحد کا ہے لہذا ہر شے سے یہی صدا نکلتی ہے کہ مثل میرے بہت ہو جاوین۔ بیج سے درخت ہوتا ہے اور اُس میں پھل اور ہر ایک پھل میں بیج اور بیج سے اُسکے مثل درخت ہوتے ہیں۔ اسی طرح باپ سے بیٹا ہوتا ہے جو کسی وقت خود باپ ہو کر مثل اپنے بیٹے پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح منکھپ ہر شے میں



مدت تک جانوروں کی سی حالت رہتی ہے۔ ایک خاص حالت پر پونچ کر جیتنا زبردست چواتی  
 ہے جبکہ جیتنا بڑھتی ہے اسی قدر اختیار زیادہ ہوتا ہے۔ اختیار سے بے ضابطگی پیدا ہوتی ہے  
 یعنی انسان کبھی قاعدہ قدرت کے مطابق اور کبھی اپنی طبیعت کے موافق کام کرتا ہے اور وہی  
 بے ضابطگی کی وجہ سے جیتنا کی ترقی ہوتی ہے۔ بے ضابطگی سے تکلیف ہوتی ہے اور اس تکلیف  
 سے قوانین قدرت کا علم حاصل ہوتا ہے جس سے جیتنا بڑھتی ہے اور جیتنا کی زیادتی بنا بر  
 تکمیل مقصد ہوتی ہے اور جیتنا کی زیادتی اختیار ہی سے ممکن ہے۔ چونکہ جو بین اختیار کے ساتھ  
 علم کی کمی ہے اور اس کمی علم کی وجہ سے اسکو قدرت کے قوانین سے پوری واقفیت  
 نہیں ہے لہذا یہ سمجھتا ہے کہ مجھکو پورا اختیار حاصل ہے جو چاہوں کروں اور اسی کے مطابق  
 کام کرتا ہے اور چونکہ وہ مختار ہے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے لہذا وہ اپنے کام  
 کے نتائج کا فائدہ دار ہے اور حسب نوعیت کام کے قوانین قدرت کے مطابق نتائج بھوکتا ہے  
 اسکے کرم کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا نتیجہ فوراً مل جاتا ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا نتیجہ  
 آئندہ ملے گا۔ یہ سچت کرم کے خزانہ میں شامل ہو جاتے ہیں منتظران کرم حسب ہایت مدت پرشون  
 کے اسی خستہ میں سے ایک حصہ ایک جنم کے واسطے مقرر کرتے ہیں جسکو پراربدہ کہتے ہیں۔  
 پراربدہ بھوگنے کی حالت میں انسان کو سکھ دیکھ پیدا ہوتا ہے۔ سکھ سے خوش ہوتا ہے اور  
 دکھ سے رنجیدہ۔ چونکہ وہ خود مختار ہے لہذا سکھ کے حصول کی اور دکھ کے دفعہ کی کوشش  
 کرتا ہے۔ جب ناکامیاب ہوتا ہے تب سوچتا ہے کوئی ایسا سبب اس کے سکھ دکھ کا ہے جو  
 اسکے اختیار سے باہر ہے۔ اسکے بعد اس سبب کی جستجو ہوتی ہے اور بعد تلاش دریافت  
 ہوتا ہے کہ سبب مذکور پراربدہ میں ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پراربدہ سچت میں  
 سے آیا ہے لہذا سچت میں سبب مطلوب ہے۔ سچت کرم اس نے اپنے اختیار سے کیے تھے



داخل نہیں دیتا۔ یہاں سے اُسکا نشکام کرم شروع ہوتا ہے۔ شکام کرم خودی سے  
 برتے ہیں ایسے اُن سے بدن جن ہوتا ہے جب خودی دور ہو جاتی ہے تب نشکام کرم ہوتے ہیں  
 جن سے بدن جن نہیں ہوتا۔ نشکام کرم سے بھگتی پیدا ہوتی ہے بھگتی سے گیان ہوتا ہے  
 تب انسان حق الیقین کے مرتبہ کو پہنچا کر نکلتا ہوتا ہے اور مثل ذات باری سرلیا ترحم ہو کر  
 سوا بجا یک کرم کرتا ہے۔ بھگتی کے مختلف مراتب طے کرتا ہوا پرانا نو سے اتو۔ اتو سے اتنی  
 ہوتا ہے اور لطیف ہو کر جیو کی حالت کو پہنچتا ہے۔ روح کی ترقی کے ساتھ اُسکی اوپادھی  
 بھی لطیف ہوتی جاتی ہے۔ آخر کار انش ہو کر انا الحق کے مرتبہ کو پہنچا کر ایشور کے سنگاپ  
 کو پورا کرتا ہے۔

اوپر یہ کہہ آئے ہیں کہ لاتعین میں تعین مکان و زمان قائم کر کے برہاجی مشرقی کا آغاز  
 کرتے ہیں۔ ایک برہانڈ میں سات طبقے ہوتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ بھو۔ بھوور۔  
 سور۔ مہر۔ جن۔ تپ۔ ستہ۔ طبقہ اول بھو میں ایک آفتاب ہوتا ہے کہ جس کے گرد  
 سات سیارے گردش کرتے ہیں اور ہر سیارے کے گرد اُسکے چاند گھومتے ہیں کچھ دُور ستارے  
 بھی اس نظام شمسی کے متعلق ہوتے ہیں جو کبھی کبھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کل برہانڈ  
 ایک محدود حصہ خلا میں قائم ہے۔ برہاجی کی عمر سو برس کی ہوتی ہے اُسکی تفصیل حسب  
 ذیل ہے۔ کلجگک میں ۴۳۲۰۰۰ برس ہوتے ہیں۔ دو اپر میں ۸۶۴۰۰۰ سال ہوتے ہیں  
 تریا میں ۱۲۹۶۰۰۰ سال ہوتے ہیں اور ست جگک میں ۶۲۸۰۰۰ سال ہوتے ہیں۔ چار  
 جگکوں کو ملا کر ایک چتر جگک کہلاتی ہے جسکی مدت ۴۳۲۰۰۰ سال ہوتے ہیں۔ ہزار چتر جگک  
 کا برہما کا ایک دن ہوتا ہے اور ہزار چتر جگک کی ایک رات ہوتی ہے ایسے ۳۶۰ دن رات کا  
 ایک سال ہوتا ہے اور ایسے سو سال کی برہاجی کی عمر ہوتی ہے کہ جس میں ۱۰۰۰۰۰ سال





بناتے ہیں۔ معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان سب کے اجسام بنانے والے دیوتا اور مظہر کرم علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ان دیوتاؤں کے ماتحت اور دیوتا ہوتے ہیں جو ان کے احکام کے مطابق کارروائی کرتے ہیں۔ دیوتاؤں کے درجے و مراتب اور ان کی ترقی کے نیم بھی و شنو جی قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح برہانڈ کے ہر حصہ میں ترتیب و قوانین جاری ہیں۔ جہاں کہیں ترتیب و قانون میں فرق پڑتا ہے اُسکو دیوتا اور حکمت پرش اپنی شکستہ کے مطابق سنبھالتے رہتے ہیں۔ جہاں بے ترتیبی اور خدان قانون کارروائی اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ نہیں سنبھال سکتے تو ہمارا ج خود حالات کے موزون روپ دھارن کر کے اُسکو سنبھالتے ہیں۔ جو جس کا سنکپ ہے وہی اُس کو یکا متحدہ جانتا ہے اور پورا کر سکتا ہے۔ اپنے کل قوانین سے وہی پورا واقف ہوتا ہے پس وہی اُن کو قائم رکھ سکتا ہے اُس سنکپ کی جس حالت میں بے ضابطگی ہوئی ہے اسی حالت میں پہنچ کر حسب قوانین قدرت اُسکو رفع کر سکتا ہے۔ اس لیے و شنو جی ہمارا ج اوتا دھارن کر کے اُس بے ضابطگی کو دور کرتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ ایشور قادر مطلق ہے وہ اپنی ہی حالت میں رہ کر اُسکو رفع کر سکتا ہے خاص روپ دھارن کرنے کی کیا ضرورت ہے چونکہ تمام حالتیں اُسکی ہی ہیں لہذا وہ سب حالتوں میں کام کر سکتا ہے جس شکستہ سے اور جن ضرورتوں سے جو حالت قائم کی گئی ہے اُسی حالت میں پہنچ کر اُسی شکستہ سے اُس بے ضابطگی کا دفعیہ ہونا چاہیے ورنہ ترتیب و قانون دونوں میں جو اُسی کے بنائے ہوئے ہیں فرق آ جائیگا اور سنکپ کا مارج ہوگا اس لیے جب کبھی ایسی ضرورت ہوتی ہے تو وہ خود حالات کے موزون روپ دھارن کر کے اس بے ترتیبی کو ٹھیک کرتے ہیں۔



قوت کی کمی کے سبب وہ فصل ہی پورا نہیں ہوتا۔ فصل کا پورا نہ ہونا یا اس سے نتیجہ مطابق پیدا نہ ہونا ان دونوں کی وجہ علم کی خامی ہوتی ہے یا تو ہم اپنی قوت کا اندازہ حکمتاً نہیں کرتے یا فصل کے نتیجہ کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ جب تک ہم میں علم کی خامی ہے ہم اپنی اچھا پورا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ قدرت ہمیشہ علم سے پیدا ہوتی ہے۔ روزمرہ کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہماری اچھا پوری ہوتی ہے تو ہم کو راحت ہوتی ہے اور جب ہماری اچھا پوری نہیں ہوتی تو ہمارے رنج ہوتا ہے لہذا جب قدر ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہوں گے اسی قدر ہم کو راحت حاصل ہوگی۔ راحت ہمیشہ قدرت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سرور کے حصول اور رنج سے رہائی کے دو ہی وسیلے ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہوں۔ دوم یہ کہ ہم کو کسی شے کی اچھا ہی نہ ہو۔

راضی ہیں ہم اسی میں جہین تری رضا ہو

ہم روزمرہ کے تجربے سے یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب قدر ہمارا علم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہوتے ہیں چونکہ ہمارے علم میں خامی ہے لہذا جب تک ہمارا علم مکمل نہ ہوگا ہم کو راحت کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی کل خواہشات کو دور کر کے ہمیشہ اپنی حالت موجودہ میں مگن رہیں۔

زمانہ یا تو نسا زد تو یا زمانہ بساز

جب ہم کو کسی شے کی خواہش نہ رہے تو خواہش پوری نہ ہونے سے جو رنج ہوتا ہے وہ ہم کو بے گز نہ ہوگا۔ علاوہ برین خواہش کے ہونے سے اطمینان قلب حاصل ہوگا اور اطمینان کی وجہ سے علم کی زیادتی ہوگی اور علم سے قدرت حاصل ہوگی اور قدرت سے اچھا پوری ہوگی۔



۲۔ وہ بھی بھلا ہے۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔  
ای۔ چھٹی چھٹی کر آتیا ہے۔ اس کی بوجی سے چادر سے ڈھکے ہوئے، سیر کرنا لیا۔

# خاتمہ

پچیس انسان کو سگ و نیانہ پایا  
فرشتہ اُس کے ہم پایہ نہ پایا

ایک روز میں نے بھیشم پہاڑ کی سیر کا ارادہ کیا۔ شانتی پور کے کل پہاڑوں میں یہ پہاڑ سب سے زیادہ بلند و پرفضا ہے۔ بستی سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شانتی پور کے باشندے اسکو ٹھنڈا پہاڑ بھی کہتے ہیں کیونکہ بوجہ بلندی یہاں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ بستی کے اکثر اصحاب یہاں بطور سیر و تفریح جاتے ہیں اور بشرط فرصت دو چار روز قیام کرتے ہیں اور اس گلزار پر بہار سے لطف اٹھا کر واپس آتے ہیں۔

روایت ہے کہ ہمارا ج بھیشم پیامہ نے اس پرفضا مقام پر بیٹھ کر کسی وقت تپ کیا تھا جسکی وجہ سے یہ جگہ پاک و متبرک سمجھی جاتی ہے۔

موسم بہار تھا اور صبح کا خوشگوار فرحت افزا وقت۔ راستے میں بہر دو جانب سبزہ اعلیٰ رہا تھا۔ بوٹیاں ہمارے ہی تھیں۔ خوش رنگ پرندے درختوں پر چپکا رہے تھے۔ جابجا گائے کے گوکھی و شیر بان چٹمون سے صاف اور ٹھنڈا پانی جاری تھا جو اس گلشن پر بہا کر سبز و شاداب کرتا تھا۔ درختوں کی پتیوں کے چھوڑ کون سے جو دھوپ آتی تھی عجیب لطیف دیتی تھی۔ میں اس گلزار پر بہار کی سیر کرتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا جو ایک خوشنما اور خوش منظر مقام ہے۔ یہاں سے بوجہ بلندی دور دور کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ صبح کے وقت قبل از طلوع آفتاب فستل کے



اس چوک کے ایک جانب جمناجی برہہ تھیں اور باقی تین طرف گھنا جنگل تھا جس میں ہندو  
 بہا مار رہا تھا اور گلوں کی بو سے ہوا ہمک رہی تھی۔ پانڈوی میں یہ مقام ایسا خوبصورت ہمانا  
 معلوم ہوتا تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ خاموشی چھائی ہوئی تھی اور دل پر ایک عجیب و غریب  
 کیفیت طاری تھی۔ میں اُس پر فضا مقام کا لطف لے رہا تھا کہ جتنا پار کے جنگل سے مرلی کی بہت  
 شیریں اور سُرلی آواز آنے لگی اور اُس میں سے ایک وہم بھو سیام کی دھن نکلتی تھی۔ میں ہرگز نہ  
 ہرگز سننے لگا۔ اتنے میں سننا ہٹ شروع ہوئی اور کسی کی آمد آمد کا پیام دینے لگی۔ ایسا  
 معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مخلوق ہوائی مرکب پر سوار اس جانب آ رہی ہے۔ جو حیرت ہو کہ میں  
 ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے گزرے ہو گئے کہ ایک عجیب و غریب نظارہ  
 میری آنکھوں کے روبرو آ موجود ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ہزاروں لاکھوں کروڑوں بہت  
 چھوٹے چھوٹے دلفریب مخلوق خوشناریشی پوشا کون میں ملبوس اس چوک پر اترے  
 وہ ایسے چھوٹے تھے کہ ہر ایک چھوٹے ذرے کا ہزاروں حصہ مشکل سے ہو گا جسم  
 لطیف میں ہونے کی وجہ سے میری چشم بصیرت کھل گئی تھی۔ اس لیے یہ چھوٹے لطیف  
 مخلوق مجھ کو بچہ بنی نظر آتے تھے ہر ایک ایسے شکیل تھے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ ریشمی  
 سجنی لباس پہنے ہوئے خوشدل خندان و شادان چست و چالاک افزونی راحت کے سبب  
 جامہ میں نہ سماتے تھے۔ اُن کے منور جسم سجنی پیرہن کے اندر چاندنی میں ایسے جھلکتے اور خوشنار  
 معلوم ہوتے تھے جیسے سجنی ہانڈی میں فانوس۔ سب نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر  
 جہاں گاہ حلقے بنا کر رقص شروع کیا۔ ان کے سبک پا حرکات تبسم کٹان چہرے باسنی  
 اشارے اور کٹائے دل کو ایسا بھاتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ مرلی کے سر پر  
 سر کے ساتھ یہ کہ بیان اس عمدگی اور خوبی سے ناجتنی تھیں کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے





آٹھا اور گروہ یکے دیگرے آئے اور رقص کر کے پہلے دو گروہوں کے پاس جا بیٹھے ہر گروہ کا لباس درجہ بدرجہ نکلے یعنی رنگ کا تھا اور صورتوں میں خفیف فرق تھا جس سے مختلف گروہوں کا فرق بخوبی ظاہر تھا جب یہ دس گروہ رقص کر کے بیٹھ گئے تو ایک اور گروہ آیا جس کا لباس گہرے نیلے ریشم کا تھا اور قد و قامت مثل پہلے گروہوں کے تھا۔ ہاں شکل و صورت میں قدرے اختلاف تھا۔ جب اس گروہ کا رقص ختم ہوا تو نوا اور گروہ یکے بعد دیگرے آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے۔ اُن کے لباس درجہ بدرجہ نکلے نیلے ریشم کے تھے۔ بعد کو دس اور گروہ آسمانی ریشم کے لباس میں ملبوس مثل پہلے گروہوں کے آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے اسکے بعد دس گروہ سبز ریشمی لباس میں ملبوس آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے۔ بعد کو دس گروہ زرد ریشم کے لباس پہنے ہوئے آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے۔ پھر دیگر دس گروہ نارنجی ریشم کی پوشاک پہنے ہوئے آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے۔ اسکے بعد دس اور گروہ یکے بعد دیگرے سرخ ریشم کے لباس پہنے آئے اور رقص کر کے بیٹھ گئے۔ اس طرح ستر گروہ مختلف گروہوں کے مختلف لباس پہنے ہوئے رقص کر کے برابر برابر بیٹھ گئے۔

بعد کو مری کی دھن پھر تبدیل ہوئی اور مختلف گروہوں کی گویان آپس میں مل کر حلقے بنا کر رقص کرنے لگیں۔ ان گویوں کے مختلف لباس نیلے پیلے یعنی نارنجی وغیرہ رقص کے حلقوں میں جھلکتے اور نہایت خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ اس طرح یہ گویوں کے مختلف مجموعی گروہ یکے بعد دیگرے رقص کرنے لگے۔ اُن کے رقص کو دیکھ کر عجیب لطافت آتا تھا ایک طلسم اُن کے رقص میں یہ تھا کہ بعض حلقے سے ہوا برآمد ہوتی تھی کسی حلقے سے پانی کی دھاریں نکلتی تھیں کسی حلقہ سے شعلے نکلتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد مری کی دھن تبدیل ہوئی اور اُن گویوں نے آپس میں مل کر نظام شمسی بنا کر



اُن کی سبز سرخ نیلی پیلی پتیاں بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں اور ان پتیوں کے اندر اُن کے تاثیر و خواص ایسے جھلکتے تھے جیسے فانوس میں شمع۔ ایک بوٹی دھانی رنگ کے لباس میں لبوس بہت خوش و بشاش میری طرف آنکلی میں نے اُس سے پوچھا کہ تم اس قدر بشاش کیوں ہو۔ جواب دیا کہ میں خوش و بشاش کیوں نہ ہوں مجھ کو پروردگار نے ایسی ہمدردی فیض رسانی عطا کی ہے کہ ذی روح کا دکھ درد فوراً دور کرتی ہوں بڑے ہوتے شخص کو ہنسارتی ہوں جلد پر لگانے پھوڑا پھنسی کو سکھا دیتی ہوں اور معدہ میں پہنچتے ہی جسم کے اندرونی دکھ درد کو دفع کر دیتی ہوں صرف اپنی ہلک سے دماغ کو مقدار تکلیف دیتی ہوں کہ انسان مثل میرے تروتازہ خوش و خرم ہو جاتا ہے ع

### طریقت بجز خدمت خلق نیست

یہ جو میرے پیروں کے اندر آپ میرے خواص دیکھتے ہیں ان خواص کے اندر غور سے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میرا قلب محبت و ہمدردی سے لبریز ہے پس میں اس رحمت الہی پر کیوں نہ نازان ہوں۔ یہ کہہ کر حلقہ رقص میں جا شریک ہوئی اور رقص کرنے لگی۔ ایک اور بوٹی سے میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور تم میں کیا وصف ہے مہنکر بوٹی میرا نام سو م لٹا ہے میں انسان کو صحت و فرحت عطا کرتی ہوں۔ ضعیف آدمی کو جوان بنا دیتی ہوں میری بدولت انسان فرشتہ ہو جاتا ہے۔ میرے عرق کو پی کر وہ جبکی حالت طاری ہوتی ہے اور انسان کو طبقات اعلیٰ کی سیر نصیب ہوتی ہے ضابطہ دیندار انسان کو میں ذات باری کے در دولت تک پہنچا دیتی ہوں۔ اسکے بعد بدستور ناچنے لگی۔

بعد کو مرقی کی دھن تبدیل ہوئی اور یہ گویاں انواع و اقسام کی تہم کنان کلیان و زندان پھول بکھر رقص کرنے لگیں۔ خوشبو کی لپٹیں اُن کے رقص سے نکلتی تھیں اور دماغ کو معطر کرتی



دھن سے کبھی تجاویز کرتے تھے۔ اسکے بعد بندرون کا ناچ شروع ہوا۔ بندرون کی تیزی  
چستی تو معلوم ہی ہے اسی لیے اُن کو پون پتر کہتے ہیں یہ جانوروں میں نوع انسان کا نمونہ  
ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے بندر اور ادنیٰ درجہ کے انسانوں میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ اسی لیے  
بعض حکماء کا خیال ہے کہ انسان بندرون کی اولاد ہے اُن کے تیز شبک یا حرکات حلقون  
کی جلد جلد تبدیلی یا حقون کے اشارے بہت دلچسپ معلوم ہوتے تھے مین نے ایک بندر سے  
پرچھا کہ تم اس قدر بیشاش کیوں ہو جواب دیا کہ ہم پون پتر ہیں۔ پروردگار نے ہمارے قوت و  
تیزی اور چستی عطا کی ہے کہ ہم درختوں کی شاخوں پر کودتے پھرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں  
جاتے ہیں ہمارا کوئی نخل نہیں ہو سکتا۔ سبز و زاروں میں رہتے اور نہایت لذت پھل کھاتے  
ہیں۔ علاوہ برین ہماری اولاد میں علماء و فضلا و زانہ ہیں علمی تحقیقات سے ہم کوشش و محنت حاصل  
ہوئی ہے کہ ہماری اولاد اس اعلیٰ مرتبہ کو پہنچی۔ اُسکے لیے ہم ہزار ہزار شکر یہ ڈارون صاحب کا  
تیر دل سے ادا کرتے ہیں لہذا ہم بیشاش کیوں نہوں۔

اسکے بعد مری کی لے پھر تبیل ہوئی اور یہ گویا حضرت انسان اشرف المخلوقات کا ظہور  
باری تعالیٰ بن کر قرض کرنے لگے۔ اول حبشیوں کا قرض شروع ہوا۔ سیاہ چہرہ۔ سرخ لب۔ چمکی  
ہوئی آنکھیں۔ ایسے خوش و بیشاش تھے کہ گویا دنیا کی بادشاہت اُن کے ہاتھ لگی ہو۔ مثل  
بندرون کے کودتے اور اچھلتے تھے اور ایسی تیزی سے ناچتے تھے کہ دیکھنے ہی سے سمجھ میں  
آسکتا ہے۔ اسکے بعد بہت ہذب انسانوں کا ناچ شروع ہوا۔ اُن میں مثل حبشیوں کے تیزی  
تو نہ تھی مگر اُن کی حسین صورتیں اور زردوزی لباس جواہرات کے زیور و کم کمان چہرے نازک  
سنجیدہ حرکات دل کو لہجھاتے تھے اکیلے دودواور زیادہ مل کر حلقے بنا کر ایسے باقاعدہ گیتوں  
ناچتے تھے کہ بیان نہیں ہو سکتا اسکے بعد مین نے دیکھا کچھ جگت لوگ ہمارے کالیر میں تڑپ رہے تھے

[illegible]

## مناجات

<p>اے چشمہ رفیع سچد اند  نقاسش مرقع دو عالم  سب ارض و سما مقام ہو تھا  چمکا یہ وجود کا ستارہ  خلوت سے عیان ہوئی یہ جلوت  پانی سے زمین نے سر نکالا  جھولی مین لیے ہوے جواہر  کرنے لگی وجد روح تن مین  یہ جلوہ حسن پاک قدرت  تیرا یہ جمال ہے نمودار  پھیلا ہر سو ہے نور تیرا  فانوس خیال ہے یہ عالم  تو شعلہ شمع انجمن مین  دیکھے جو تجھے نگاہ وہ ہے  ہرگز یہ نہیں قصور تیرا  آتا نہیں عکس گل نظر صاف  گوشتہ ہو مکان کا دشت ہر</p>	<p>اے مرکز جمال گیان و آئند  صورت گزشتہ خاک آدم  جب عالم سردی مین تو تھا  رحمت کا تری ہوا اشارہ  وحدت نے دکھائی شان کثرت  خورشید نے تاج سر بنھالا  مٹی سے ہوے پہاڑ ظاہر  گل جام بکت بڑھا چمن مین  یہ شان و شکوہ بزم خلقت  تیرے یہ خیال کا ہے اظہار  یعنے کہ یہ ہے ظہور تیرا  تو جلوہ نور عکس ہیں ہم  نورنگ بہار ہے چمن مین  جو تجھ سے ملائے راہ وہ ہے  جس دل مین نہیں سرور تیرا  آپ لب جو ہو چن شفاف  گردہ معرفت ہو روشن</p>
--	--







